© rasailojaraid.com

الحجر

مولانا سعید الرحمٰن علوی

حجر کی لغوی و شرعی تحقیق

حَجَرَ يَحْجُرُ حَجْرًا ناً و حَجْراً و حُجْراً و حُجْراناً وَحِجْرٌ وحِجراناً ـــــ علیه منعه من التصرف بماله۔

یعنی "علی" کے صلہ کے ساتھ کسی کو اس کے مال میں مطلق تصرف سے منع کرنے پر بولا جاتا ہے علیہ الامر کا مفہوم ہوتا ہے۔ منعه عنه۔

اسی طرح۔ حجر یحجر حجرا و محجرا علیه الامر ای حرّمه علیه [1]

هٰکذا فی المنجد الابجدی وقال صاحب المنجد الحجر مصدر ـــــ المنع مطلقا الحرام یقال هذا حَجْرٌ علیك ای حرام علیك [2]

کسی قدر تفصیل کے ساتھ یہی لغوی بحث "المنجد" میں موجود ہے۔

(المنجد فی اللغة والادب والعلوم [3])

الحجر فی اللغة: التضیق والمنع ومنه قول الرسول صلی الله الله تعالیٰ علیه وسلم لمن قال اللّٰهم ارحمنی وارحم محمدا ولا ترحم معنا احداً

"لقد حجرت واسعًا یا اعرابی"

ومعناه فی الشرع: منع الانسان من التصرف فی ماله [4]

لغت میں حجر کہتے ہیں تنگی کرنا اور منع کرنا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک ارشاد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی مفہوم میں ہے جو آپ نے ایک دیہاتی سے کہا تھا۔ وہ اپنے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کر رہا تھا کہ:
اے اللہ، تو مجھ پر رحم کر اور محمد پر رحم کر اور ہمارے ساتھ کسی پر رحم نہ کر آپ نے اس سے فرمایا۔
اے دیہاتی! تو نے اس ذات کی رحمت کو محدود و تنگ کر دیا جو بڑی وسعت والی ہے۔
اور شریعت میں اس کا معنی ہے۔ انسان کو اس کے مال میں تصرف سے روک دینا۔
الحجر کا لغوی معنی مطلق روکنا ہے جو بھی رکاوٹ ہو اور شرعاً یہ ہے کہ ایک خاص طریق سے تصرف سے منع کرنا ہے

الحجر وهو لغة يقال للمنع والحرام والمقدم الثوب حجر کو لغت میں کہتے ہیں منع کرنا۔ حرام اور کپڑے کے سامنے کا حصہ۔

وشرعاً: قال ابن عرفة صفة حكمية توجب منع موصوفها من نفوذ تصرفه في الزائد على قوته او تبرعه بماله، قال وبه دخل حجر المريض والزوجة ہ

اور شرعاً اس کا مفہوم ابن عرفہ کے الفاظ میں یہ ہے کہ ایک ایسی صفت حکمی جو اس کے موصوف کو اپنے زائد مال میں تصرف سے روک دے یہ روکنا قوت کے سبب ہو یا اخلاقی اقدار کا لحاظ کر کے، کسی مریض کو وقتی طور پر روک دینا یا اپنی اہلیہ کا ہاتھ پکڑ لینا اور اس کو روک دینا بھی اس ضمن میں آتا ہے۔

الحجر في اللغة: المنع والتضيق ومنه سمي الحرام حجرا، قال تعالى (۲۵:۲۲) ويقولون حجرا محجورا) اى حراما محرما ويسمى العقل حجرا قال الله تعالى (۸۹: ۵ هل في ذالك قسم لذى حجر) اى عقل سمي حجراً لانه يمنع صاحبه من ارتكاب مايقبح وتضر عاقبة وهو في الشريعة منع الانسان من التصرف في ماله۔ ؎

یعنی حجر لغت میں منع اور تضیق (تنگی) کا نام ہے۔ حرام کو حجر سے موسوم کیا گیا جیسا کہ قرآن عزیز کی سورۃ ۲۵ آیت ۲۲ کا ٹکڑہ ہے" ویقولون حجرا محجوراً" اور عقل کو بھی اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے موسوم کیا گیا جیسا کہ قرآن عزیز کی سورۃ ۸۹ کی آیت ۵ میں ہے " هل فی ذالك قسم الذی حجر" عقل کو اس سے اس لیے موسوم کیا گیا کہ یہ انسان کو ان چیزوں سے روکتی ہے جو قبیح اور بری ہیں اور جن کا انجام نقصان دہ ہے اور شریعت میں حجر نام ہے انسان کو اس کے مال میں تصرف سے روکنے کا۔

الحجر هو لغة المنع وشرعا المنع من التصرفات المالية والاصل فيه قوله تعالیٰ (وابتلوا الیتامیٰ حتی اذا بلغوا النکاح..) وقوله تعالیٰ (فان كان الذی علیه الحق سفيها او ضعيفا) الخ وقد فسر الشافعی رحمه الله تعالیٰ السفيه بالمبذر والضعيف بالصبی والكبير بالمختل والذی لا یستطیع ان یمل بالمغلوب علی عقله فاخبر الله تعالیٰ ان هولاء ینوب عنهم اولیاء هم فدل علی ثبوت الحجر علیهم ۸

حجر لغت میں منع کو کہتے ہیں اور شریعت میں تصرفات مالیہ سے روکنے کو، اس میں اصل بنیاد قرآن عزیز کی سورۂ نساء کی یہ آیت ہے جس میں ارشاد ہے " اور سدھاتے رہو یتیموں کو جب تک پہنچیں نکاح کی عمر کو" اور دوسرا یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے جس پر قرض ہے بے عقل ہے یا ضعیف ہے یا آپ نہیں بتلا سکتا تو بتلا دے اس کا وکیل انصاف سے ۹ اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے " سفیہ " کی تفسیر تو " مبذر " (بے جا اڑانے والا) سے کی ہے ضعیف کی بچہ کیسا تھ اور کبیر کی مختل کے ساتھ (جس کو خلل دماغ کا عارضہ لاحق ہو) اور جو طاقت نہیں رکھتا کہ لکھوا سکے اس کی تفسیر کی اس کے ساتھ جس کی عقل مغلوب ہو چکی ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ ان سب کی طرف نائب ہوں ان کے وارث و وکیل۔ اور یہی بات ان کے حق میں حجر کے ثبوت پر دلالت کرتی ہے۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ہے۔

حجر کا عربی میں لغوی معنی بچاؤ ہے علاوہ ازیں رکاوٹ پابندی ممانعت، مزاحمت کے لیے ایک خاص اصطلاح ہے اور کسی حق یا شئی کے مصرف میں لانے یا ہبہ، صدقہ، عطیہ، بیع و شریٰ نکاح و طلاق وغیرہ کے اختیار پر پابندی کا عمل اور اس کا نتیجہ دونوں مراد ہیں ۱۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرات احناف فرماتے ہیں۔

هو عبارة عن منع مخصوص، متعلق بشخص مخصوص عن تصرف مخصوص او عن نفاذ ذالك التصرف۔

مالکیہ کہتے ہیں۔

الحجر توجب منع موصوفها من نفوذ تصرفه فيما زاد على قوته كما يوجب منعه فی نفوذ تصرفه فی تبرعه بذائد على ثلث ماله۔

ترجمہ اور حنابلہ بعض مال کے ساتھ اسے مخصوص قرار دیتے ہیں اس لیے وہ تعریف کرتے ہیں۔

هو منع مالك عن تصرفه فی ماله۔

ترجمہ بعض ائمہ نے حجر کو بڑی وسعت دی اور کہا کہ ہر وہ عمل روکا جاسکتا ہے جس کا ضرر دوسروں تک پہنچے جیسے نیم حکیم کو طب سے جاہل مفتی کو فتوئی سے۔ اسی طرح ہر مضرت رساں عمل پر پابندی لگائی جاسکتی ہے ١٢ه

اس مختصر سی لغوی بحث سے، جس میں شرعی بحث بھی آگئی، یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ "حجر" ایک ایسی اصطلاح ہے جس کا تعلق کسی فرد یا جماعت کو مختلف قسم کے تصرفات سے روکنا ہے جب کہ ان کے تصرف سے بگاڑ و فساد اور ضرر و نقصان کا اندیشہ ہو اور بالخصوص اس کا تعلق مالی تصرفات سے روکنے سے ہے اس لیے کہ مال جو حلال ذریعہ سے حاصل ہو، وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اس کی حفاظت بے حد لازم ہے بے احتیاطی بے تدبیری ایسے اسباب سے اگر وہ ضائع ہو جائے تو جہاں متعلقہ شخص کا نقصان ہوگا وہاں اور بھی بہت سے لوگ نقصان کا شکار ہو جائیں گے۔ اس لیے شریعت اسلامیہ نے کچھ ضوابط و حدود تجویز فرما دیے ہیں تاکہ فساد و بگاڑ سے بچا جا سکے انہی ضوابط و حدود میں سے ایک "الحجر" ہے جس کے متعلق یہاں گفتگو مقصود ہے۔

جس شخص کو "حجر" کے ذریعہ تصرفات سے پابند کیا جائے اسے "محجور" کہا جاتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حجر کے اسباب

کون کون سے لوگ ایسے ہیں جنہیں اس قسم کی پابندیوں کے ذریعہ روکا جاسکتا ہے:
(الف) نابالغ (ب) غیر عاقل (ج) غیر ذمے دار بالخصوص فضول خرچ شخص (د) دیوالیہ
(ھ) غلام جب کہ مالک کی طرف سے اسے لین دین کی اجازت نہ ہو۔ ۱۳
فقہ ابن حزم ظاہری میں ہے۔

لا یجوز الحجر علی احد فی مالہ الا علی من لم یبلغ او علی مجنون فی حال جنونہ.... ولا اعتراض لاب ولا لزوج ولا لحاکم فی شئ من ذالک الا ما کان معصیۃ للہ تعالیٰ فھو باطل مردود ۱۴

اس عبارت سے نابالغ، مجنون اور اللہ تعالیٰ کی معصیت میں خرچ کرنیوالے کے لیے حجر ثابت ہوتا ہے۔ آخری حصہ کا یہی مفہوم ہے کہ باپ کو بیٹے پر زوج کو بیوی پر اور حاکم کو رعیت پر کسی چیز میں اعتراض کا حق نہیں ہاں جو چیز اللہ تعالیٰ کی معصیت بنتی ہو وہ باطل اور مردود ہے۔

ابن قدامہ نے حجر کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے۔
ایک تو کسی پر پابندی لگانا اس کے ذاتی مفاد میں۔ دوسرے پابندی لگانا دوسرے کی وجہ سے!

دوسرے کی وجہ سے جو پابندی لگائی جاسکتی ہے اس میں یہ چیزیں شامل ہیں۔
(الف) مقروض پر پابندی قرض خواہوں کی وجہ سے (ب) مریض پر پابندی ورثا کی وجہ سے (ج) مکاتب اور غلام پر آقا کی وجہ سے (د) راہن پر مرتہن کی وجہ سے اور کسی کے ذاتی مفاد میں جو پابندی لگائی جاتی ہے اس میں الصبی (بچہ) مجنون اور سفیہ (بیوقوف) شامل ہیں ۱۵

الھدایہ میں ہے۔

الاسباب الموجبۃ للحجر ثلاثۃ الصغر، والرق، والجنون۔

یعنی جو اسباب حجر کا باعث بنتے ہیں وہ تین ہیں کم سنی، غلامی اور جنون۔ جب کہ امام محمد اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

يحجر على السفيه ويمنع من التصرف فى ماله لانه مبذر ماله يصرفه لا على الوجه الذى يقتضيه العقل فيحجر عليه نظرا له اعتبارا بالصبى بل اولى لان الثابت فى حق الصبى احتمال التبذير وفى حقه حقيقة ولهذا منع عنه المال ثم هو لا يفيد بدون الحجر لانه يتلف بلسانه ما منع من يده ۔[16]

یعنی سفیہ (بے وقوف، کم عقل) پر پابندی لگائی جائے گی اور اسے مال میں تصرف سے روکا جائے گا کیونکہ وہ اپنے مال کو فضول طریق سے برباد کر رہا ہے اس کے خرچ کا وہ انداز نہیں جس کا عقل تقاضا کرتی ہے اور جسے عقل پسند کرتی ہے۔

اس لیے ایسے شخص پر پابندی لگائی جائے گی اس کے حال کا بچہ کے ساتھ اعتبار کرتے ہوئے، کیونکہ بچہ کے حق میں تبذیر (فضول خرچی) کا احتمال ہے اور یہ شخص فی الحقیقت اور بالفعل فضول خرچی کا مرتکب ہو رہا ہے لہٰذا اس کا مال روکا جائے گا اور یہ ممانعت حجر کے بغیر مفید نہیں کیونکہ محض زبان سے روکنا غیر مفید ہے ہاتھ سے روکنا اور پابندی لگانا ہی مفید ہوگا یعنی لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔

صاحب منہاج لکھتے ہیں۔

منه حجر المفلس لحق الغرماء والراهن للمرتهن والمريض للورثته والعبد لسيده والمرتد للمسلمين ولها ابواب و مقصود الباب حجر المجنون والصبى، والمبذر ۔[17]

یعنی مفلس کو روکنا قرض خواہوں کے لیے، راہن کو مرتہن کے لیے، مریض کو وارثوں کے لیے، غلاموں کو آقا کے لیے اور مرتد کو مسلمانوں کے لیے اس کے کئی ابواب ہیں اور جو ابواب مقصود ہیں وہ ہیں مجنون، بچے اور مبذر کا حجر اور انہیں روکنا۔

صاحب قدوری نے اسباب حجر تین شمار کیے ہیں نابالغ ہونا غلام ہونا، پاگل ہونا۔ اور حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے سفیہ کو بھی اس میں شامل کیا۔[18]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابن رشد مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:
نابالغ بچوں پر حجر کے سلسلہ میں علماء کا اتفاق ہے جب تک کہ وہ بالغ ہو کر صاحب عقل وخرد نہ ہو جائیں رہ گیے وہ لوگ جو بالغ ہیں عاقل ہیں اور فضول خرچ ہیں (الحجر علی العقلا الکبار اذا ظهر منهم تبذیر لاموالهم) تو ایسے شخص کے معاملہ میں امام مالک، امام شافعی، اہل مدینہ اور اکثر اہل عراق (احناف) کا یہی موقف ہے کہ ان پر پابندی لگائی جائے حضرات صحابہ کرام میں حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی قول ہے (جب کہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی یہی موقف ہے جیسا کہ آگے آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ) اس بحث کے اختتام پر وہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے اسباب حجر چھ گنواتے ہیں۔

الصغیر۔ السفیه۔ العبد۔ المفلس۔ المریض۔ الزوجة۔[19]

العلامۃ ابو البرکات لکھتے ہیں

سبب الحجر ای اسبابه سبعة۔
خمسة عامة واثنان خاصان بما زاد علی الثلث
واشار للخمسة العامة بقوله۔
فلس بالمعنی الاعم او الاخص۔
وجنون بصرع او استیلاء وسواس۔
وصبیا۔
وتبذیر لمال
ورق واشار بقوله۔
ومرض متصل بموت ونكاح بزوجة ای فالزوج يحجر عليها فيما زاد على الثلث۔[20]

یعنی اس کے اسباب سات ہیں پانچ تو عام ہیں اور دو خاص ہیں جن کا تعلق ایک تہائی مال سے زائد کے ساتھ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو پانچ عام ہیں ان میں سے ایک تو مفلس ہونا ہے دوسرا مجنون ہوتا ہے اس میں عام نہے کہ کوئی شخص جن کے حادثہ کا شکار ہو یا وساوس کا شکار ہو تیسرا بچہ ہونا چوتھا تبذیر ہے جس کا تعلق حماقت و بے وقوفی سے ہے پانچواں سبب غلامی ہے اور جو دو خاص اسباب ہیں جن کا تعلق ایک تہائی مال سے زائد کے ساتھ ہے ان میں سے ایک تو مرض الموت ہے کہ مریض کو اپنے مال کے ⅓ حصہ سے متعلق کسی قسم کی وصیت کا حق ہے اس سے زائد چونکہ ورثاء کا نقصان ہے اس لیے اس کی اجازت نہ ہوگی اور اس پر پابندی لگائی جائے گی۔

دوسرا زوجہ کا معاملہ ہے کہ ایک میاں اپنی آزاد، عقل مند، صحیح الدماغ اور تندرست بیوی پر ⅓ مال کی حد تک تو پابندی نہیں لگا سکتا اس سے زائد پر پابندی کی اسے اجازت ہے۔

السید سابق نے حجر کی دو قسمیں لکھی ہیں لحق الغیر جیسے مفلس پر حجر لگانا تاکہ وہ اپنے قرض خواہوں کے حقوق کا اتلاف نہ کر سکے جیسے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پابندی لگادی اور ان کا مال ان کے قرض کے بدلے بیچ ڈالا۔

فقد حجر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

علی معاذ وباع مالہ فی دینہ

(رواہ سعید بن منصور) اور دوسرا حجر لحفظ النفس جیسے صغیر مجنون، اور سفیہ پر پابندی

فان فی الحجر علی ہولاء مصلحۃ تعود علیہم بخلاف المفلس کہ ان پر پابندی کی مصلحت کا فائدہ ان کو ہوگا بخلاف مفلس کے کہ اس کا فائدہ دوسروں کو ہوگا۔[۱۲]

اسباب حجر کے تحت جو گفتگو ہوئی اس سے اندازہ ہوگیا کہ بعض اسباب ایسے ہیں جن کا تعلق فی نفسہٖ اس شخص سے ہے جس پر حجر و پابندی عائد کی جا رہی ہے جیسے بچہ، مجنون، سفیہ وغیرہ جب کہ بعض ایسے اسباب ہیں جن کا مفاد دوسروں کو پہنچتا ہے جیسے مفلس کہ ایک شخص مالی ابتری کا شکار رہتا ہے، مقروض ہے۔ اس پر اخراجات کے سلسلہ میں رکاوٹ و پابندی اس کے قرضخواہوں کے لیے ہوگی تاکہ انہیں ان کا قرض واپس مل سکے گو کہ کسی درجہ مین فائدہ اس کو بھی ہوگا کہ یہ قرض سے اس طرح سبکدوش ہو سکے گا۔ یا مرض الموت کا شکار مریض کہ اس پہ پابندی کا فائدہ اس کے وارثوں کو ہوگا۔ اور اگر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تمام اسباب کو مجتمع کر کے ان کا خلاصہ نکالا جائے اور اس کی روح بیان کی جائے تو "دفع مضرت ور فع فتنہ وفساد" پر بحث آکر رکے گی اور کہا جائے گا کہ شریعت اس قسم کی پابندیاں اس لیے لگاتی ہے تاکہ فرد اور معاشرہ فتنہ وفساد سے محفوظ رہے۔ مال و دولت کا ضیاع نہ ہو اور انسان ہر قسم کی تہمت والزام سے بچ سکے۔ امام مالک، ابویوسف امام محمد بن حسن شیبانی اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے مقننین اور اسلامک لاء کے ماہرین ایک مسرف ومبذر پر پابندی کی بات کرتے ہیں اور ہیئت انتظامیہ کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ ایسے شخص پر تصرفات مالیہ کے سلسلہ میں رکاوٹ و پابندی عائد کریں تو ظاہر ہے کہ اسی لیے ہے کہ مال و دولت کا ضیاع نہ ہو، کچھ لوگوں کے حقوق تلف نہ ہوں اور معاشرہ میں فساد و بگاڑ پیدا نہ ہو۔

ان ائمہ کے نزدیک وہ قرض دار بھی حجر کی زد میں آتا ہے جو اپنا قرض ادا کرنے کے لیے اپنی جائیداد بیچنے سے انکار کرتا ہے[۲۲]

اس حوالہ سے حکومت ان لوگوں کے حالات پر سنجیدگی سے غور کرے جو بینکوں سے لاکھوں کروڑوں کے قرض لے کر پلازے اور صنعتی پلاٹ وغیرہ بنا کر جائیداد بناتے چلے جاتے ہیں اور پھر جب بینک ان سے واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں تو وہ بنکوں کو عدالتی حکم امتناعی کے چکر میں الجھا کر الٹا مزید نقصان کرتے ہیں اور اس طرح سٹیٹ اور رعایا کا بے حد نقصان ہوتا ہے لیکن یہ لوگ اپنے اللے تللے اڑاتے رہتے ہیں۔

اسی طرح یہ ائمہ اس شخص کو بھی حجر کا مستحق گردانتے ہیں جو مختلف النوع قومی ذمہ داریاں یا قرض کی ادائیگی سے بچنے کی غرض سے جائیداد کے جعلی انتقال کرتا پھرے اور صرف ذمہ داریوں سے بچنے کی غرض سے انہیں ادھر سے ادھر کردے[۲۳]

یہ صورت حال بھی بڑی نازک ہے خاص طور پر ہمارے ملک میں جہاں ایک خاص طبقہ ملک کی غالب جاگیر وجائیداد پر ہی مسلط نہیں بلکہ انتظامیہ، مقننہ عدلیہ اور دوسرے ہر شعبہ پر اس کا کنٹرول ہے۔ یہی طبقہ اب جاگیر وجائیداد پر قبضہ سے آگے بڑھ کر تجارت وصنعت پر بھی چھا گیا ہے اول تو اس کے پاس جو جاگیر ہے وہ ہی محل نظر ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ اس کے آباؤ اجداد نے قومی مفادات کا سودا کر کے غیر ملکی سامراج اور آقاؤں سے یہ جاگیر حاصل کی۔ پھر اس نے سرکاری ٹیکسز اور الٰہی ٹیکسز (عشر وغیرہ) کی ادائیگی کی کبھی فکر نہیں کی (الا ماشاء اللہ تعالیٰ) اس نے تجوریاں بھریں اور مختلف ذرائع و اسباب سے سیاست و نظم اور عدل و مقننہ پر بھی قابض ہو گیا۔ اس کی ستم ظریفی کا یہ عالم ہے کہ وہ زکوٰۃ تک جیسے لازمی حکم سے بچنے کی غرض سے سال ختم ہونے سے چند دن قبل اپنا سرمایہ اپنی بیوی وغیرہ کے نام منتقل کرا دیتا ہے اور اگلے سال وہ پھر اسی طرح مالک ہوتا ہے۔ اور جب کبھی حکومت اس جائیداد و جاگیر کے حصے بخرے کرنے کا سوچتی ہے تو وہ جعلی انتقالات سے جائیداد کو ادھر اُدھر کر دیتا ہے ایسے اشخاص پر حجر و پابندی بے حد ضروری ہے۔ ہم اپنے ملک کی مختصر تاریخ میں زرعی اصلاحات کے نام پر تین مرتبہ (دولتانہ۔ ایوب۔ بھٹو کے ادوار) اس قسم کے جعل و فراڈ سے گذر چکے ہیں اس لیے ملک کے اہل علم اور بالخصوص حکومتی اداروں اسلامی نظریاتی کونسل، اسلامی تحقیقاتی ادارہ اور شریعت کورٹ پر لازم ہے کہ وہ اس کا سد باب کرلے اور سد باب کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اس قسم کے لوگ حجر کے ذریعہ پابند کر دیئے جائیں۔ یہ لوگ اور اس قسم کے افراد صرف اسی جرم کے مرتکب نہیں ہوتے یہ "تبذیر" کی ضمن میں بھی آتے ہیں اس لیے ان پر پابندی لازم ہے۔ اس کا ذکر ہم آئندہ چل کر کریں گے۔

حجر اور کورٹ آف وارڈ کی بنیاد

حضرات فقہاء کرام نے حجر جس کو مروجہ اصطلاح میں کورٹ آف وارڈ کہتے ہیں کی بنیاد کتاب و سنت پر ہی رکھی ہے اس سلسلہ میں سب سے پہلے اس آیت کو پیش کیا جاتا ہے۔

ولا تؤتوا السفهاء اموالكم التي جعل الله لكم قيماً وارزقوهم فيها واكسوهم وقولوا لهم قولاً معروفاً۔[۲۴]

اور دیکھو!) مال و متاع کو اللہ نے تمہارے لیے قیام (معیشت) کا ذریعہ بنایا ہے پس ایسا نہ کرو کہ کم عقل آدمیوں کے حوالے کر دو (یعنی کم عمر اور نادان لڑکوں کے حوالے کر دو اگر وہ کمسن ہیں تو) ایسا کرنا چاہیئے کہ ان مال میں سے ان کے کھانے اور کپڑے کا انتظام کر دیا جائے اور نیکی اور بھلائی کی بات انہیں سمجھا دی جائے[۲۵]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا آزاد لکھتے ہیں۔

مال قیام زندگی کا ذریعہ ہے پس جب تک یتیم بچے عاقل و بالغ نہ ہو جائیں اور اپنے مفاد کی حفاظت نہ کر سکیں مال و متاع ان کے قبضے میں نہ دے دو[۲۶]

مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں۔

یعنی بے سمجھ لڑکوں کے ہاتھ میں ان کا وہ مال مت دے دو کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کے لیے سامان معشیت بنایا ہے بلکہ اس کی پوری حفاظت رکھو اور اندیشہ ہلاکت سے بچاؤ اور جب تک ان کو سامان کا ہوش نہ آئے اس وقت تک ان کو اس میں سے کھلاؤ پہناؤ اور تسلی کرتے رہو کہ یہ سب مال تمہارا ہی ہے ہم تو تمہاری خیر خواہی کرتے ہیں جب سمجھ دار ہو جاؤ گے تم کو ہی دے دیں گے[۲۷]

قرطبی فرماتے ہیں۔

یبین ان السفیہ وغیر البالغ لا یجوز دفع مالہ الیہ[۲۸]

واضح ہو گیا کہ سفیہ اور نا بالغ کو اس کا مال دینا اور سپرد کرنا درست نہیں۔

"السفیہ" کون ہے؟

زجاج کہتے ہیں کہ سفیہ "سفہ" سے ہے جس کا معنی "جہل" ہے اسی جہل اثر نفسہ فلم یفکر فیھا کسائی، اخفش سے بھی یہی نقل کرتے ہیں" یعنی"

" جھل فی نفسہ"

ابن حجر کہتے ہیں۔

" معناہ جھل نفسہ وما فیھا من الدلالات والآیات الدالۃ علی ان لھا صانعا لیس کمثلہ شئ فعلم بہ توحید اللہ وقدرتہ[۲۹]

سالم سعید بن جبیر سے نقل کرتے ہیں کہ سفہاء یتامی ہیں۔ اسمٰعیل بن خالد، ابو مالک سے نقل کرتے ہیں کہ اس سے مراد اولاد صغار ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں۔

من لم یتفقہ فلا یتجر فی سوقنا فذالک قولہ تعالی ولا تؤتوا السفھاء اموالکم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی الجہال بالاحکام۔ سمجھ بوجھ سے عاری۔ احکام سے ناآشنا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔

السفہآ ھنا کل من یستحق الحجر۔

کہ سفہاء سے مراد یہاں ہر وہ شخص ہے جو حجر کا مستحق ہے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ یہ تعریف بالکل جامع ہے۔

سفیہ کے کئی روپ ہیں، صغرسنی اور کم سنی بھی سفاہت کی ایک قسم ہے۔ جنون وغیرہ کے سبب عقل کا فقدان بھی اس میں شامل ہے ایسی حالت کہ آدمی اپنے مال کے معاملہ میں بری سوچ اور نظر کا شکار ہو کر (اڑاتا رہے)

آگے لکھتے ہیں۔

واما الجاھل بالاحکام ۔۔۔ فلا یدفع الیہ المال لجھلہ بفاسد البیاعات وصحیحھا وما یحل وما یحرم منہا[۳۰]

جو شخص احکامات دینیہ سے جاہل ہے اس کا مال اس کے سپرد نہیں کیا جائے گا کہ اسے معلوم نہیں کہ صحیح تجارت و بیع کون سی ہے حلال کیا ہے اور حرام کیا۔

امام مالک اور جمہور فقہاء اسی بحث میں سفیہ اور کبرالسن (بوڑھا) کو حجر کا مستحق گردانتے ہیں جب کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس شکل میں اس پر حجر کی پابندی لازم قرار دیتے ہیں جب وہ اپنے مال کو ضائع کرنے والا ہو۔

"الا ان یکون مفسد المالہ فاذا کان کذالک منع من تسلیم المال الیہ[۳۱]" الخ

ترجمہ: الجصاص الحنفی اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

یقتضی خطاب کل واحد منھم بالنھی عن دفع مالہ الی السفہآ لما فی ذالک من تضیعیہ لعجز ھؤلاء عن القیام بحفظہ وتثمیرہ[۳۲]

یعنی سفہا کے سپرد مال نہ کیا جائے کہ وہ اس کی حفاظت نہیں کر سکتے اور راس کو ثمر آور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں کر سکتے (بلکہ برباد کردیں گے)

آگے فرماتے ہیں۔

وفیہ الدلالۃ علی النھی عن تضییع المال

ووجوب حفظہ وتدبیرہ والقیام بہ ـــــــــــ

یعنی اس حکم میں اس بات کی دلالت ہے کہ مال کو ضائع ہونے سے بچایا جائے اور اس کی حفاظت لازم ہے۔

پھر شیخ الجصاص الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی تائید میں اور بہت سی آیات نقل کرتے ہیں جس میں ایک وہ آیت ہے جو سورۂ بنی اسرائیل میں ہے، جس میں تبذیر سے روکا گیا ہے اور تبذیر کا ارتکاب کرنے والوں کو شیطان کے بھائی بتلایا گیا اسی آیت سے فقہاء نے ایک سبب حجر نکالا یعنی التبذیر[۳۳] (جس پر آئندہ گفتگو ہوگی)

دکتور محمد محمود دجازی کہتے ہیں۔

السفہاء جمع سفیہ، والسفہ الاضطراب فی العقل والفکر والخُلق والمراد بہ

ھنا من لا یحسن التصرف فی المال[۳۴]

یعنی سفہ عقل۔ فکر اور اخلاق میں اضطراب کا نام ہے اور یہاں مراد یہ ہے کہ جو شخص تصرف مالی میں احسن طریق اختیار نہ کرے۔

حافظ ابن کثیر دمشقی فرماتے ہیں۔

وھم (ای السفہاء) اقسام فتارۃ یکون الحجر للصغیر فان مسلوب العبارۃ

وتارۃ یکون الحجر للجنون وتارۃ لسوء التصرف لنقص العقل

او الدین الخ[۳۵]

گویا عقل یا دین کے نقص کے سبب سوء تصرف کا اس پر اطلاق کیا گیا ہے۔

کشاف میں ہے۔

السفہاء المبذرون اموالھم الذین ینفقونھا فیما لا ینبغی الخ[۳۶]

یعنی سفہا وہ فضول خرچ افراد ہیں جو اپنا مال نامناسب طریق سے خرچ کرتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

السید محمد رشید رضا مصری فرماتے ہیں۔

ان السفه هو الاضطراب فی الرای والفکر والاخلاق ۔۔۔ واستعمل فی خفة النفس نقصان العقل وفی الامور الدنیویة والاخرویة ثم جعل السفه فی الامور الدنیویة ۔۔۔ فالسفهاء هنا المبذرون اموالهم ینفقونها فیما لا ینبغی ویسیئون التصرف بانمائها وتثمیرها ۔۔۔۔۔۔ قال الاستاذ لا یحسن التصرف فی ماله الخ ۳۷ھ

یہ عبارت بھی اپنے مفہوم میں بڑی واضح ہے کہ جو شخص رائے، فکر اور اخلاق میں اضطراب کا شکار ہے۔ جس کی عقل ناقص ہے دینی اور اخروی امور میں جو غیر محتاط ہے۔ مبذر ہے نامناسب جگہ مال خرچ کرتا ہے۔ اور حسن تصرف کا اہتمام نہیں کرتا وہ سفیہ ہے۔

دوسری آیت۔

سورۂ نساء کی آیت ۶ کو بھی بعض حضرات نے اس سلسلہ میں دلیل کے طور پر پیش کیا ۳۸ھ اس آیت کا ترجمہ یہ ہے۔

اور یتیموں کی حالت پر نظر رکھ کر انہیں آزماتے رہو (کہ ان کی سمجھ بوجھ کا کیا حال ہے) یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں پھر اگر ان میں صلاحیت پاؤ تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔ مولانا شبیر احمد عثمانی نے لکھا کہ جب ان میں (یتیموں میں) نفع و نقصان کی سمجھ آجائے اور وہ حفاظت اور انتظام مال کے سلیقہ سے آشنا ہو جائیں تو ان کا مال ان کے سپرد کر دو۔ (اس سے قبل نہیں) ۳۹ھ

ابن کثیر میں حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے ہے۔

صلاحاً فی دینهم وحفظا لاموالهم وکذا روی عن عباس والحسن البصری وغیر واحد من الائمة وهکذا قال الفقهاء الخ ص ۴۱

گویا اس میں دینی طور پر صلاحیت پیدا ہو جائے اور مال کی حفاظت کا اس میں شعور پیدا ہو جائے تو حجر کا قصہ ختم۔ اب مال اس کے سپرد کیا جا سکتا ہے حضرت عبد اللہ بن عباس خواجہ حسن بصری وغیرہ ائمہ اور فقہاء کا یہی قول ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مجازی کہتے ہیں۔

حتی تبینوا رشدھم وکمال تصرفھم [۴۲]

ان کا رشد (دینی صلاحیت، عقلی کمال) اور خرچ کا کمال واضح ہو جائے۔

الصابونی فرماتے ہیں۔

ای ان ابصرتم منھم صلاحا فی دینھم وما لھم فادفعوا

الیھم اموالھم بدون تاخیر [۴۳]

یعنی جب تم ان میں دینی اور مالی اصلاح دیکھ لو تو بغیر تاخیر ان کا مال ان کے سپرد کر دو۔

قرطبی نے "رشد" جس کے مشاہدہ کے بعد مال اس کے سپرد کر دیا جائے گا، اس کی تفسیر میں لکھا کہ:

حسن وقتادہ کہتے ہیں۔

"صلاحا فی العقل والدین"

ابن عباس سدی اور ثوری کہتے ہیں۔

"صلاحا فی العقل وحفظ المال [۴۴]

سنن الکبریٰ بیہقی میں ہے۔

الرشد ھو اصلاح فی الدین والمال

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالہ سے نقل کیا۔

الرشد ھو الدین [۴۵]

جس کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ اصل بات دین داری ہے اور دیکھنا یہ ہے کہ ایک شخص خرچ اخراجات اور دوسرے معاملات میں کس حد تک احکامات ربانی کی اتباع کا خیال کرتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو بہت اچھا ورنہ اس پر حجر لگایا جائے گا۔ اس سلسلہ میں اس سے بڑھ کر کوئی دلیل نہیں ہو سکتی کہ ایک صحابی اپنا سارا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عزم رکھتا ہے، اس کا وہ حضور اقدس علیہ السلام سے ذکر کرتا ہے لیکن یہ جاننے کے باوجود کہ اس شخص کا مقصد بہت اچھا ہے، پھر بھی ایک ثلث سے زائد سے اجازت نہیں دیتے تو جو شخص اپنا مال الٹے تللوں میں خرچ کرتا ہے اور بے جا اڑاتا ہے، مکانات پر مکانات بنا تا چلا جا رہا ہے گاڑی پر گاڑی خریدتا چلا جاتا ہے، کراکری، ملبوسات اور ایسی چیزوں سے گھر بھر رکھا ہے اور ایسے ہی انداز میں مال صرف کرتا ہے جبکہ معاشرہ میں غربت و افلاس ننگا ناچ رہی ہے لوگوں کا ایمان معرض خطر میں ہے، معاشی فساد برپا ہے تو ایسے شخص پر حجر کی پابندی کیوں نہ لگائی جائے گی۔

ایک مزید آیت۔

السید سابق نے "فقہ السنۃ" میں سورۂ الاعراف کی آیت ۳۲ کو اس ضمن میں بطور دلیل پیش کیا ہے اور بڑے نفیس طریق سے استدلال کیا ہے۔ پہلے اس آیت کا ترجمہ ملاحظہ فرمالیں۔

(اے پیغمبر!) ان لوگوں سے کہو، اللہ تعالیٰ کی زینتیں جو اس نے اپنے بندوں کے برتنے کے لیے پیدا کی ہیں اور کھانے پینے کی اچھی چیزیں کس نے حرام کیں ہیں؟ تم کہو، یہ (نعمتیں) تو اسی لیے ہیں کہ ایمان والوں کے کام آئیں، دنیا کی زندگی میں (زندگی کی مکروہات کے ساتھ اور) قیامت کے دن (ہر طرح کی مکروہات سے) خالص،، دیکھو اس طرح ہم ان لوگوں کے لیے کھول کھول کر بیان کر دیتے ہیں جو جانتے ہیں ۳۲

یہ آیت سورۂ الاعراف کے چوتھے رکوع کی پہلی آیت ہے۔ اس سے پہلے اس سورۃ کے پہلے رکوع میں تو انسانیت کو برے انجام سے ڈرایا دوسرے رکوع میں سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش۔ شیطان کا مقابلہ آدم علیہ السلام پر عتاب، ان کی توبہ کی قبولیت اور پھر زمین پر بسانے کا ذکر ہے، تیسرے رکوع میں دنیا کی ضرورت کے پیش نظر" لباس مہیا کرے" کا ذکر ہے اور "لباس تقویٰ" کو سب سے بہتر لباس قرار دیا گیا۔ پھر تنبیہ کی گئی کہ اے اولاد آدم ذرا ہوشیار ہو کر رہنا۔ کہیں تم بھی اسی طرح شیطان کے بہکاوے کا شکار ہو جاؤ جس طرح تمہارے بڑے کے ساتھ یہ حادثہ پیش آیا۔ جب تک جنت میں شیطان کے پھسلانے کا قصہ پیش نہ آیا سیدنا آدم اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کی ابتدا کے ستر کا معاملہ درست تھا، جونہی یہ حادثہ پیش آیا ستر کھل گیا اور ستر پوشی کے لیے لباس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اب کارگاہ حیات میں شیطانی راستوں پر چلنے کا انجام شرم وحیاء کی بربادی کی شکل میں سامنے آئے گا۔ بدقسمتی یہ ہے کہ جب کوئی انسان حماقت اور برائیوں کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کا الزام بڑوں کو دیتا ہے کہ وہ بھی ایسے ہی تھے سوال یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا؟ اصل میں تو اتباع حکم الٰہی کی چاہیے نہ کہ آباؤ اجداد کے راستہ کی۔ اس لیے افراط و تفریط سے بچ کر استدلال کی راہ اپناؤ۔ اپنی عبادات میں اللہ تعالےٰ کی طرف دھیان رکھو اس کے لیے دین میں خلوص کا مظاہرہ کرو اس لیے کہ ابتداء کی طرح تمہارا لوٹنا بھی اسی کیطرف ہوگا۔ پھر انسانوں کے دو گروہوں کا ذکر کیا ایک ہدایت یافتہ دوسرا گم کردہ راہ۔ جس نے خود ساختہ گمراہوں میں ڈال کر اپنے آپ کو غارت کرلیا ان لوگوں نے شیاطین کو اپنا دوست بنا کر گمراہی اختیار کرلی اور پھر اس پر زعم یہ ہے کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں۔ بنی آدم کو حکم یہ تھا اور ہے کہ عبادت کے ہر موقعہ پر اپنے بدن کو زیب و زینت سے آراستہ کرتے رہا کرو۔ کھاؤ پیو، مگر حد سے نہ گزرو۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں پسند نہیں کرتا جو حد سے گذرنے والے ہیں۔

اس سورۃ کے ابتدائی تین رکوعوں کا خلاصہ اس لیے ضروری تھا کہ متعلقہ آیت کا مفہوم سمجھ میں نہیں آسکتا تھا۔ تیسرے رکوع کی آخری آیت میں اسراف سے روک کر بعض اسلاف کے مطابق "آدھی طب اس میں جمع کردی" اسراف کا مفہوم حد سے تجاوز کرنا ہے جس کی کئی شکلیں ہیں۔

حلال کو حرام کرلینا، حلال سے گذر کر حرام سے متمتع ہونے لگنا، اناپ شناپ بے تمیزی اور حرص سے کھانے پر گر پڑنا۔ بدون اشتہا یا ناوقت کھانا، یا اس قدر کم کھانا کہ جسم کی ضرورت بھی پوری نہ ہو یا مضر صحت چیز میں استعمال کرنا وغیرہ ذالک

اس پورے پس منظر کو سامنے رکھ کر اب اعراف کی آیت ۳۲ پر غور کریں۔ اس کا ترجمہ آپ نے ملاحظہ کرلیا۔ اب مولانا ابوالکلام کا تفسیری نوٹ ملاحظہ فرمائیں۔

رہبانیت یعنی جوگ پننے کا رد اور اس رجل عظیم کا اعلان کہ دنیوی زندگی کی آسائشیں اور زینتیں خدا پرستی کے خلاف نہیں ہیں۔ بلکہ ان کو کام میں لانا عین خدا کی مرضی کی تعمیل ہے۔ چنانچہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فرمایا گیا اولادِ آدم کو جو تعلیم دی گئی تھی وہ یہ تھی کہ اپنی زیب و زینت سے آراستہ ہو کر خدا کی عبادت کرو پیروان مذاہب کی عالمگیر گمراہی یہ تھی کہ وہ سمجھتے تھے کہ روحانی سعادت تب ہی مل سکتی ہے جب دنیا ترک کر دی جائے اور خدا پرستی کا مقتضا یہ ہے کہ زینتوں اور آسائشوں سے کنارہ کش ہو جائیں، قرآن کہتا ہے، حقیقت اس کے عین برعکس ہے، تم سمجھتے ہو زندگی کی زینتیں اس لیے ہیں کہ ترک کر دی جائیں، حالانکہ وہ اس لیے ہیں کہ کام میں لائی جائیں ——— دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں کو ٹھیک طور پر کام میں لانا مشیت الٰہی کو پورا کرنا ہے (خط کشیدہ الفاظ قابل توجہ ہیں۔ ناقل)

خدا نے زمین میں جو کچھ پیدا کیا ہے سب تمہارے لیے ہی پیدا کیا ہے، کھاؤ، پیو، زینت و آسائش کی تمام نعمتیں کام میں لاؤ مگر حد سے نہ گذر جاؤ، دنیا نہیں، دنیا کا اعتدال سے ہٹا ہوا استعمال روحانی سعادت کے خلاف ہے۔ زندگی کی جن زینتوں کو پیروان مذاہب خدا پرستی کے خلاف سمجھتے تھے انہیں قرآن "زینۃ اللہ" یعنی خدا کی زینتوں سے تعبیر کرتا ہے۔

یہ آیت قرآن کا ایک انقلاب انگیز اعلان ہے جس نے انسان کی دینی ذہنیت کی بنیادیں الٹ دیں، وہ دنیا جو نجات و سعادت کی طلب میں دنیا ترک کر رہی تھی، اب اسی نجات و سعادت کو دنیا کی تعمیر و ترقی میں ڈھونڈنے لگی، یہاں زینت سے مقصود وہ تمام چیزیں ہیں جو زندگی کی قدرتی ضروریات سے زیادہ ہوں مثلاً اچھا لباس، اچھا کھانا، معیشت کی تمام بے ضرر آسائشیں اور لذتیں [۴۸]

حضرت العلامہ مولانا شبیر احمد فرماتے ہیں:

عالم کی تمام چیزیں اسی لیے پیدا کی گئی ہیں کہ آدمی ان سے مناسب طریقہ سے منتفع ہو کر خالق جلّ وعلا کی عبادت، وفاداری اور شکرگذاری میں مشغول ہو [۴۹]

حجازی متصل قبل کی آیت "کلوا واشربوا ولا تسرفوا" پر لکھتے ہیں۔

بل علیکم بالعدل والتوسط فلا تقتیر ولا اسراف

کہ کھانے پینے میں عدل و توسط سے کام لو نہ تو بالکل ہی بخل سے کام لو نہ اسراف سے۔

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد امام نسائی اور امام ابن ماجہ کے حوالے سے نقل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرتے ہیں۔ جس کا ترجمہ ہے۔

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا، کھاؤ، پیو، صدقہ کرو، ایسا لباس پہنو جس میں عجب وغرور نہ ہو اور نہ اسراف ہو اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اسکے بندے کے وجود پر نظر آئے

اس لیے زینت میں قطعا حرج نہیں بشرطیکہ اس میں اسراف نہ ہو اور عجب وتکبر نہ ہو۔

اس کے بعد اسراف کے مختلف مدارج پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

جسمانی طاقت وضرورت سے زیادہ کھانے پینے کی اشیاء کا استعمال کرنا نقصان کا باعث ہے اور اپنی معاشی حالت سے بڑھ کر استعمال کرنا بھی نقصان کا سبب ہے اور حدود شرعیہ سے تجاوز کرنا حرام وہلاکت کا باعث ہے۔ ۵۵

السید سابق "حجر علی السفیہ" کا مستقل عنوان قائم کرکے پہلے تو سورۃ النساء کی آیت (ولا تؤتوا السفہاء الخ) سے استدلال کرتے ہیں۔

اور فرماتے ہیں۔

دلت الایۃ علی جواز الحجر علی السفیہ

اور پھر ابن المنذر کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

اکثر علماء الامصار یرون الحجر علی کل مضیع لمالہ

صغیرا کان ام کبیرا

کہ اکثر علماء کا موقف یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو مال کو ضائع کرنے والا ہو چھوٹا ہو یا بڑا اس پر حجر لازم ہے۔

اور صاحب نیل الاوطار کے حوالہ سے لکھتے ہیں

وہ حماقت وسفاہت جو حجر کا باعث بنتی ہے، وہ ہے مال کا خرچ کرنا فسق وفجور کے کاموں میں یا ایسی چیز میں جس میں کوئی مصلحت نہ ہو اس میں دینی غرض ہو نہ دنیوی۔ جیسے ایسی چیز خریدنا جو فی الحقیقت ایک درہم کی ہو، لیکن اپنی اکثر میں سو درہم ادا کر دینا۔ اس کا فائدہ ؟ نہ یہ اچھے لباس کے کام آیا نہ اچھی خوراک کے کہ اچھی خوراک اور اچھے لباس کی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہے (جیسا کہ الاعراف کی آیت ۳۲ سے واضح ہے) لیکن یہ رد یہ کیا ہے ؟ اس کی توجیہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا ہوگی؟

اسی طرح کوئی شخص محض قرب سلطانی یا اس قسم کے مقاصد کے لیے پیسہ اڑائے وکذالموانفقہ فی القرب الخ اھ تو یہ بھی سفیہ ہے اور حجر کا مستحق (اس حوالہ سے شہر شہر کوٹھیاں، الیکشن پر لاکھوں کا صرف وغیرہ کو ذہن میں رکھیں اور پھر سوچیں کہ اس صرفہ کا مقصد سوائے حصول قرب چودھراہٹ اور کیا ہے؟)

اس کے ساتھ ہی وہ آیت بھی سامنے لائیں جس میں "تبذیر" سے منع کیا گیا۔ اور پہلے گذر چکا ہے کہ اہل علم سفیہ سے "مبذر" مراد لیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں دو آیات ہیں سورہ بنی اسرائیل کی۔ ان کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

اور (دیکھو!) جو لوگ تمہارے قرابت دار ہیں، جو مسکین ہیں، جو (بے یار و مددگار) مسافر ہیں۔ ان سب کا تم پر حق ہے، ان کا حق ادا کرتے رہو اور مال و دولت کو بے محل خرچ نہ کرو، جیسا کہ بے محل خرچ کرنا ہوتا ہے۔ بے محل خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی بند ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کی نعمتوں کا کفران کرنے والا ہے ۵۲

مولانا آزاد کا نوٹ۔

ماں باپ کے بعد قرابت داروں کے حقوق ہیں اور پھر ان سب کے ہیں جو ہماری خبرگیری کے محتاج ہوں، پس آیت ۲۶ میں اس کا حکم دیا اور فرمایا "ولاتبذر واتبذیرا" تمہارے خرچ کرنے کا صحیح محل یہ ہے، پس بے محل مال و دولت خرچ نہ کرو۔ پھر فرمایا۔ جو لوگ تبذیر کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دولت بے محل خرچ کر ڈالتے ہیں، مثلاً محض اپنے نفس کی عیش پرستیوں میں اڑا دیں گے تو وہ شیطان کے بھائی بندوں میں سے ہیں کیونکہ شیطان کی راہ کفران کی راہ ہے اور انہوں نے بھی (مبذرین نے) کفران نعمت کی راہ اختیار کی۔

مال و دولت کے بے جا استعمال کی دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں، ایک یہ کہ آدمی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ تو اپنے اوپر خرچ کرے نہ دوسروں پر، محض جمع کر کے رکھے ۔ دوسروں پر خرچ نہ کرنے
قرآن نے دونوں صورتوں کو معصیت قرار دیا ہے، پہلی صورت "الکتناز" کی ہے

والذین یکنزون الذھب والفضۃ (۹:۳۴)

دوسری تبذیر کی، یہاں اس سے روکا ہے ۵۳؎
مولانا عثمانی فرماتے ہیں ۔

"مال خدا کی بڑی نعمت ہے جس سے عبادت میں دلجمعی ہو، بہت سی اصلاحی خدمات اور نیکیاں کمانے کا موقعہ ملے، اس کو بے جا اڑانا ناشکری ہے جو شیطان کی تحریک واغوا سے وقوع میں آتی ہے اور اس سے انسان ناشکری کر کے شیطان کے مشابہ ہو جاتا ہے جس طرح شیطان نے اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی قوتوں کو عصیان و اضلال میں خرچ کیا اس نے بھی حق تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو نافرمانی میں اڑایا ۵۴؎

سفیہ ومبذر کا معاملہ !

ایک شخص مرض الموت میں اپنی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کا ⅓ سے زائد حصہ عطیہ یا صدقہ میں دینا چاہتا ہے تو اسے روکا جائے گا اور اس پر حجر کے حوالہ سے پابندی لگائی جائے گی کہ یہ حضرت نبی کریم علیہ السلام کا واضح حکم ہے اور ایسا نہ کرنے سے وارثوں کا نقصان ہوتا ہے اس میں کسی قسم کے جھگڑے کا سوال نہیں، سبھی اس پر متفق ہیں، اسی طرح ایک صحیح العقل، سلیم الفطرت بیوی اپنے خاوند کے مال سے یا اپنے مال سے خرچ کرتی ہے تو اسے بھی شریعت اجازت دیتی ہے لیکن یہ اجازت بھی ⅓ تک ہے اس سے زائد پر گرفت ہوگی ۔

ایک بچہ ہے تو اس پر پابندی لگانا کہ وہ کم سنی کے سبب اپنا مال اڑا نہ دے، بالکل صحیح اور مسلمہ معاملہ ہے، غلام کی بات ہے تو آج دنیا میں اس کا رواج ہی نہیں، یہ قصہ مدت ہوئی انجام کو پہنچ چکا ہے ہمارے سامنے اصل سوال سفیہ ومبذر کا ہے سفیہ، اس معنی میں نہیں کہ وہ کم سن ہے یا جنون کا شکار ہے بلکہ سفیہ بمعنی مبذر کا معاملہ ہے ۔ اور یہ اس لیے کہ اس سے اجتماعی طور پر فساد و بگاڑ اپنی انتہا تک پہنچ چکا ہے ۔ اس کی وجہ سے لوگوں کا ایمان معرض خطر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں ہے، اس وجہ سے دنیا میں ایسے انقلاب رونما ہو چکے ہیں۔ جن کی وجہ سے ایمان واخلاق کا جنازہ نکل گیا ہے جب کوئی معاشی نظام " قارونی ذوق"، کے مطابق استوار ہوگا اور ایک مخصوص طبقہ یہ سوچ کر کہ میرے حالات، میری علمی وعملی صلاحیت وغیرہ نے مجھے اس کا موقعہ فراہم کردیا ہے کہ میں ۲، ۴ سو مربعہ زمین ۱۰، ۲۰ محلات اور کوٹھیوں، تجارتی اداروں اور صنعتی پلانٹس کا مالک بن سکتا ہوں تو پھر قوموں کی اکثریتی آبادیاں دوسرے رخ سے سوچیں گی۔ اس سے پہلے کہ ایسی شکل پیدا ہو ضروری ہے کہ حالات پر قابو پایا جائے۔

آج لوگ اخلاقی تعلیم سے یکسر غافل ہو کر کہتے ہیں کہ صاحب معاشیات سے اخلاق کا کیا تعلق؟ یہ تو اپنے زور کی بات ہے، آپ جتنا چاہیں سمیٹ لیں، لیکن یہ فلسفہ قابل قبول نہیں جمہوریہ ہند کے سابق صدر مرحوم ڈاکٹر ذاکر حسین ایک معروف ماہر معاشیات تھے انہوں نے لکھا۔

کسی دیوار میں کبھی کوئی کیل بھی بلا اخلاقیات کے نہیں ٹھونکی گئی اور آپ کہتے ہیں کہ تم معاشیات سے اخلاقیات کو یکسر نکال دو۔[۵۵]

اور ایک دوسرے مفکر کے بقول۔

معاشی مشاغل کے دائرہ میں اسلام کا مقصد پورے سماج کی عام خوشحالی ہے نہ صرف چند مستثنیٰ خواص کی جاگیرداری، جو بھی مختلف معاشی تعلیمات اسلام نے دی ہیں سب کی انتہائی غرض وغایت معاشرہ کے مختلف طبقات وافراد میں کسی نمایاں فرق وامتیاز کو مٹانا ہے۔[۵۶]

ایک ندوی مفکر " اسلام کی اقتصادی روح کا تعین" کا عنوان قائم کرکے لکھتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ وہ روح کیا ہے؟ اور اس کا تعین کیونکر ہو سکے جواب واضح ہے، مسائل واحکام کی اس ترتیب کی تہہ میں فلسفہ یا روح یہ ہے کہ جہاں تک تقسیم دولت کا تعلق ہے، کسی بھی شخص کے ساتھ ظلم نہ روا رکھا جائے ہر شخص کو اس میں سے مناسب حصہ ملے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے، جب دولت پھیلتی رہے، تقسیم ہوتی اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور مختلف افراد میں بٹتی رہتی ہے، بیع و شراء، وراثت اور صدقات اور زکوٰۃ کے مسائل دراصل اسی غرض کو پورا کرتے ہیں بہ حیثیت مجموعی اسلام کے مزاج پر غور کرو، اس کا اشکال یہ نہیں کہ دولت کیونکر جمع ہو یا کس طرح معاشرہ میں بڑے بڑے قارون اور سرمایہ دار پیدا کیے جائیں، اس کے برعکس اس کا اشکال یہ ہے کہ دولت کیونکر بکھرے کس طرح مستحق ہاتھوں تک پہنچے اور کیونکر آخر میں غربت اور احتیاج کا خاتمہ ہو۔

ظاہر ہے کہ اسلام جب صدقات، زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کی تلقین کرتا ہے تو اس کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہو سکتا کہ معاشرہ ہمیشہ بلند و پست اور محتاج و غنی کے دو طبقوں میں منقسم رہے، ہمیشہ ایک بالاتر گروہ تو دولت و ثروت کی فراوانیوں سے بہرہ مند رہے اور ایک طبقہ یا انسانوں کی بہت بڑی اکثریت غربت، افلاس اور احتیاج کے ہاتھوں نالاں اور پریشان رہے۔

پھر انہوں نے واضح کیا ہے کہ اصل روح گردش دولت ہے اس سلسلہ میں سورۂ التوبہ کی آیت ۳۵ ، سورۂ حشر کی آیت ۷، سورۂ ذاریات کی آیت ۱۹، اور البقرہ کی آیت ۱۷۷ اور آیت البر کو ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے، جو بلا شبہ ایک ٹھوس حقیقت ہے اور اسلام کی روح کا اصل اقتضا یہی ہے۔ وہ کسی طور اجازت نہیں دیتا کہ اس میں استحصال (ز) کا دور دورہ ہو۔ استحصال کا مفہوم یہ ہے کہ معاشرہ میں لینے دینے کے دو پیمانے ہوں، صاحب حیثیت و ثروت کا معاملہ آئے تو اپنی حیثیت کے بل بوتے پر اور انداز اختیار کرے لیکن اس کی تجوری سے نکلنے کی نوبت آئے تو وہ مزدور کے اس وقت کے پیسے بھی کاٹ لے جس میں اس نے نماز ادا کی قرآن عزیز نے سورۂ مطففین کی ابتدا میں ایسے ہی لوگوں کو خرابی کا مستحق گردانا اور فرمایا۔

ناپ، تول میں کمی کرنے والوں کے لیے خرابی ہے جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں اور جب ان کو ناپ کر اور تول کر دیں تو کم کر دیں۔

یعنی جب اپنے نفع کا سوال ہو تو بھاؤ اونچا ہو (بلکہ اہل اقتدار سے ملی بھگت کر کے کنٹرول ریٹ کا چکر چلا لے) اور جب دوسروں کو ان کی محنت کا ثمرہ دینا پڑے تو بھاؤ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو جائے ۔ گویا استحصال تطفیف کی ایک قسم ہے[57]

اس تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ سفیہ، مبذر اور مسرف اللہ تعالیٰ کے مجرم ہیں اور مجرموں پر سزا، پابندی اور کنٹرول شرعاً و دیانتہً صحیح ہے اور جب کہ ایک بچے اور مجنون پر پابندی لگائی جا سکتی ہے اور اس کا مال محفوظ رکھا جا سکتا ہے تاکہ کم سنی، ناتجربہ کاری اور جنون کی وجہ سے وہ ضائع نہ کر دیں تو ایک ایسا شخص جو اپنی شاہ خرچی، اسراف و تبذیر اور سفاہت (دینی، اخلاقی بے راہ روی) کے سبب مال اڑاتا ہے ۔ اس پر کیوں نہ پابندی لگائی جائے گی ۔

ہمارا مؤقف یہ ہے کہ یہ معاملہ بچہ اور مجنون کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت کا حامل ہے اور اس پر حکومت اور سوسائٹی اور عدلیہ اور مقننہ سب کو غور کرنا چاہیئے ائمہ کی اکثریت اس مؤقف کی حامی ہے سوائے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ۔ لیکن حضرت ابوحنیفہ جس وجہ سے ایسے شخص پر حجر کی پابندی کی اجازت نہیں دیتے، وہ بالکل مختلف ہے ۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ یہ شخص بہت اچھا ہے لہٰذا جو کر رہا ہے کرتا رہے ۔ بلکہ ان کے موقف کی ترجمانی یہ ہے ۔

کہ وہ اور ان کے دونوں معروف اصحاب، امام ابویوسف اور امام محمد اس پر تو متفق ہیں کہ ۔ بداطوار (مبذر، سفیہ اور اس قسم کے شخص) کو محض بالغ ہونے کی بناء پر مال نہ تھما دیا جائے بلکہ ضروری ہے کہ تجربہ اور آزمائش سے اس کی اہلیت ثابت ہو تب مال اس کے سپرد کر دینے کے حامی ہیں ۔ قطع نظر اس کے کہ اس نے اپنی اصلاح کی یا نہیں کی ۔ لیکن امام ابویوسف اور امام محمد بغیر اصلاح اس کے حق میں نہیں وہ اسے مجور ہی رکھنے کے موقف کے حامی ہیں ۔ چہ جائیکہ عمر کتنی ہی ہو جائے، جب تک وہ اصلاح نہ کر لے[58]

امام صاحب کے مؤقف کی توجیہ علامہ عبدالرحمان الجزیری نے یہ کی ۔

کہ اگر ایک شخص اپنے مال کو ضائع کرتا ہے اور عمر کی پختگی کے باوجود خیال نہیں کرتا تو اس کی سزا یہی ہے کہ مال اس کے ہاتھ میں نکل کر دوسرے ہاتھ میں چلا جائے جو اسے اپنے مفاد میں استعمال کرے ۔ البتہ امام صاحب یہ ضرور فرماتے ہیں ۔

اگر ایسا شخص پیشہ ور ہے اور اس کے پیشہ سے کسی کو نقصان ہوتا ہے تو اس پر اس پیشہ کے سلسلہ میں پابندی لگا دی جائے[59]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس کا معنی یہ ہے کہ امام صاحب یہ چاہتے ہیں کہ ایسا فضول خرچ خالی ہاتھ ہو جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے اور پیشہ ور ہونے کی صورت میں وہ بھی پابندی کے موقف کے حامی ہیں ۔
رہ گئے ان کے اصحاب (امام ابو یوسف امام محمد) اور دوسرے ائمہ تو وہ سب بالاتفاق ایسے شخص پر حجر کے قائل ہیں اور یہی جمہور کا قول ہے اور اسلام کے عہد زریں میں اسی کا اعتبار ہوا۔ چنانچہ۔

حنابلہ کہتے ہیں کہ بغیر صلاحیت (مالی اور دینی امور کی انجام دہی کی استعداد اولیں صلاحیت) مال اس کے سپرد نہ کیا جائے بلکہ اس کا باپ، وارث، وصی یا حاکم کنٹرول کرے ۔

شوافع کہتے ہیں کہ اس میں دینی صلاحیت اور مال برتنے کا شعور پیدا ہو تب مال اس کے سپرد کیا جائے ۔ اور دینی صلاحیت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ صغیرہ گناہوں میں اس طرح ملوث نہ ہو کہ انہیں بار بار کرے اور مالی صلاحیت یہ ہے کہ فضول خرچی نفسانی اور ناجائز خواہشات میں مال برباد نہ کرے۔

اور مالکیہ کہتے ہیں کہ جب ثابت ہو جائے کہ وہ مال کی حفاظت کے قابل ہو گیا ہے تو پھر مال اس کے سپرد کیا جائے [۶۶]

گویا مال اڑانے والا عیاش، مسرف اور فضول خرچ ایسا مجرم ہے کہ ائمہ کی پوری جماعت اس پر پابندی کے حق میں ہے

اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ تو "فاسق" پر بھی حجر کے قائل ہیں۔ فرماتے ہیں۔

وقال الشافعی رحمة الله تعالى يحجر عليه (على الفاسق) زجرا له وعقوبة عليه ۔

صاحب ہدایہ اس کو نقل کرتے ہوئے حضرات صاحبین (امام ابو یوسف امام محمد) کا بھی یہی قول نقل کرتے ہیں۔

ويحجر القاضي عندهما ايضاً ---- بسبب الغفلة [۶۷]

یعنی فاسق کو ڈانٹ ڈپٹ اور سزا کے لیے مجبور کیا جائے گا اور غفلت کے سبب اسے پابند کر دیا جائے گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اہل علم جانتے ہیں کہ "فسق" قید شریعت سے نکل جانے، حدود الٰہی سے تجاوز، بدکاری سے لے کر عام نافرمانی تک پر بولا جاتا ہے۶۲

اور جس تناظر میں یہاں گفتگو ہو رہی ہے اس میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عام نافرمانی ہی مراد ہے۔ تو جب ایک عام نافرمان شخص پر پابندی کی بات کی جاتی ہے تو کھلے بندوں اسراف و تبذیر کا ارتکاب کرنے والوں اور مال و دولت کو عیاشیوں میں اڑانے والوں کا کیا حکم ہوگا؟

اور فاسق پر حجر کی پابندی کا قول امام شافعی کے علاوہ امام مالک، امام احمد اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی منقول ہے۶۳

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں۔

انہ لا یدفع الیہ مالہ قبل وجود الامرین: البلوغ والرشد ولو صار شیخا وھذا قول اکثر اھل العلم قال ابن منذر اکثر علماء الامصار من اھل الحجاز والعراق والشام ومصر یرون الحجر علی کل مضیع لمالہ صغیرا کان او کبیرا وھذا قول القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق وبہ قال مالک والشافعی وابو یوسف ومحمد۶۴۔

یعنی دو باتوں سے قبل مال اس کے سپرد نہ کیا جائے گا ایک بلوغ دوسرے رشد (عقل و دانائی اور صلاحیت دینی) اکثر اہل علم کا یہی قول ہے ابن منذر فرماتے ہیں حجاز، عراق، شام اور مصر کے اکثر علماء اس شخص کے حق میں حجر کے قائل ہیں جو مال کو ضائع کرنے والا ہو قطع نظر اس کے کہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا (مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے ایک قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی قول ہے اور امام مالک، امام شافعی، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ یہی فرماتے ہیں۔

اس سے متصل ابن قدامہ نے امام قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمہم اللہ تعالیٰ کے بہت سے فتاویٰ نقل کیے ہیں جن میں ان سے اس قسم کے مسائل پوچھے گئے تو انہوں نے حجر ہی کے جواز میں فتاویٰ مرحمت فرمائے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مغنی المحتاج کے متن میں "رشد" کا معنی "صلاح الدین والمال" کیا گیا ہے اور "مبذر" کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ معاملات میں غبن فاحش کرنا یا حرام کاموں میں خرچ کرنا یا ایسے ہی سٹے کی تجارت کرنا ۶۵

محمد جواز مغنیہ" نے سفیہ اسے قرار دیا ہے جو مال و منال کو احسن طریق سے برتنے کا سلیقہ نہ رکھے اور معروف (صحیح اور شرعی طریق) میں خرچ نہ کرے اس شخص پر حجر ہو گا حتی کہ فقہاء امامیہ (روافض وشیعہ) بھی اسی کے قائل ہیں اور حاکم پر لازم گردانتے ہیں کہ وہ حجر لگا دے ۶۶

علامہ ابوالبرکات نے "سفہ" پر نفیس بحث کی ہے، اس کا خلاصہ ہم اپنے الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

"سفہ" اسباب حجر میں سے ایک ہے جس کا مفہوم ہے "تبذیر" یعنی ایسی جگہ مال خرچ کرنا، جن کی شریعت نے اجازت نہیں دی مزید اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ جیسے مال کو شراب نوشی اور قمار بازی میں اڑانا (بڑے بڑے بار، فائیو سٹارز ہوٹل کے دھندے گھڑ دوڑ اور ایسی سب باتیں اس ضمن میں آتی ہیں) شطرنج کھیلنا، یہ چیزیں مطلق اور اجماعی طور پر حرام ہیں یا معاملات میں غبن فاحش، یا کسی دینی، اخروی اور دنیوی ضروری مصلحت کے بغیر خرچ کرنا کہ اس سے انسان کا چھوٹا وقار بنے (اس کے خیال میں) جائز طریقوں کے علاوہ شہوات نفسانیہ میں خرچ - اس میں خورد و نوش، ملبوسات، سواری وغیرہ کا اسراف بھی شامل ہے (کہ ایک ایک وقت میں کئی کئی کھانے، کئی کئی موٹر گاڑیاں ان گنت جوڑے وغیرہ) وغیرہ کا اسراف بھی شامل ہے یا ایسے ہی دولت کا بے محل مصرف جیسے کسی دریا میں، سمندر میں کھانا وغیرہ بہا دینا۔

جیسا کہ سفہاء (بالخصوص نو دولتیوں کی عادتیں ہیں کہ اپنے مجرم ضمیر کی تسکین کے لیے ایسی حرکات کرتے ہیں) کی عادت ہے ــــ
الغرض یہ سب چیزیں سفاہت و تبذیر میں شامل ہیں اور ایسے شخص پر حجر لازم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے“ ۶۷ء

جن حضرات نے ”رشد“ سے محض ”صلاح مال“ مراد لیا ہے اور کہا ہے کہ جس شخص میں مالی طور پر صلاحیت پیدا ہو جائے وہ راشد اور رشید ہے، لہٰذا مال اس کے سپرد کرنے میں حرج نہیں ـــــ ان کا موقف بڑا کمزور ہے کیونکہ رشد کا تعلق صرف صلاحیت مال سے ہی نہیں، دین سے بھی ہے، بلکہ دین اہم اور مقدم ہے ـــــ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

اگر محض رشد سے کسب و صرف مال میں دانائی مراد ہو تو یہود و نصاری تو بڑے عقل مند (راشد) قرار پائیں گے ـــــ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ رشد کا تعلق دین کے ساتھ ہے ـــــ انہوں نے اپنی دلیل میں یہ آیت پیش کی قد تبین الرشد من الغی ۶۸ جس میں اللہ تعالیٰ نے ”رشد“ (بھلائی، سمجھ بوجھ، نیکی، راستی) کو ”الغی (گمراہی اور ضلالت) کے مقابلہ میں بیان کیا ہے جس کا مطلب واضح ہے کہ ”رشد“ کا تعلق محض صلاحیت مال سے نہیں صلاحیت دین سے بھی ہے بلکہ پہلے دین پھر مال ۶۹ء

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”الحجر علی البالغین بالسفہ (بالغوں پر حجر لگانا ان کی سفاہت کے سبب) کے عنوان سے باب قائم کیا ہے جس میں سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض فیصلے درج ہیں ـــــ حضرات ائمہ کبار ان روایات سے استناد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ روایات اس بات کی دلیل ہیں کہ ایک آزاد بالغ کو بھی ضرورت کے تحت مجبور کیا جا سکتا ہے اور اس پر تصرف مالی کے سلسلہ میں پابندی لگائی جا سکتی ہے“ ۷۰ء

اسی طرح امام بیہقی نے ایک باب قائم کیا جس کا عنوان ہے۔

النھی عن اضاعۃ المال فی غیر حقہ۔

یعنی غیر حق میں مال کو ضائع کرنا۔

اس باب میں انہوں نے چار روایات نقل کی ہیں جن میں سے پہلی روایت کے راوی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے نامور صحابی رسول ہیں اس روایت کے آخر میں ہے

وکرہ لکم ثلاثا .... اضاعۃ المال “ کہ حضور اقدس علیہ السلام نے تین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چیزوں کو تمہارے حق میں سخت ناپسندیدہ قرار دیا جن میں سے ایک مال کا ضائع کرنا ہے ــــــ یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے عثمان ابی شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسحاق بن ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی۔

دوسری روایت ایک خط پر مشتمل ہے جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کے خلیفہ راشد سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نام لکھا اس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالہ سے جہاں اور باتوں سے روکا وہاں "اضاعت مال" سے بھی روکا۔ مقصد یہ تھا کہ یہ حکومتی پالیسی ہو اور اس پر پوری مملکت میں عمل ہو۔

تیسری روایت یہ ہے کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان رحمہما اللہ تعالیٰ نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے "اضاعت مال" کی حقیقت معلوم کی تو سعید نے فرمایا:

هو الرجل يرزقه الله الرزق فيجعله في حرام حرمه عليه۔

کہ ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے رزق دیا وہ اسے حرام کاموں میں خرچ کرتا ہے تو یہی اضاعت مال ہے۔
یہ روایت بخاری کے علاوہ مسلم میں بھی ابن ابی عمر عن مروان بن معاویہ سے منقول ہے۔

اور چوتھی روایت مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے کہ:

النفقة في غير حق هو التبذير۔

کہ غیر حق جگہ میں خرچ کرنا ہی تبذیر ہے [۱]

بیہقی کے محشی نے ابن حزم کے حوالہ سے "رشد" پر جو گفتگو کی ہے اس کا مختصر ذکر تو ہوا لیکن ہم چاہتے ہیں کہ براہ راست محلی سے اس بحث کا نفیس خلاصہ پیش کر دیں، ابن حزم کہتے ہیں۔

"رشد کی شرط کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مال، مالک کے سپرد کر دینے کا حکم دیا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ رشد ہے کیا؟ فرماتے ہیں کہ واقعہ یہ ہے کہ اصل رشد دین ہے۔ کسب مال کی معرفت کا نام رشد نہیں۔ اس سلسلہ میں ایک تو وہی آیت دلیل ہے جو البقرہ کی ہے (۲۵۶) جس میں رشد، "غی" کے مقابلہ میں آیا ہے دوسرے سورہ حجرات کی آیت ہے جس میں صحابہ کرام کو "راشدون" کہا گیا۔ تیسرے سورہ ہود کی آیت ۹۷ ہے جس میں ہے "وما امر فرعون برشيد" (کہ فرعون کا دینی معاملہ درست نہ تھا) یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تمام آیات اس بات کی دلیل ہیں کہ رشد کا تعلق دینداری، تقویٰ اور خیر وصلاح سے ہے۔
دوسرے عقلی طور پر دیکھیں تو بالعموم اہل کفر کا معاملہ دنیوی مال و دولت اور کسب و تجارت کے اعتبار سے بڑھا ہوا ہے بخلاف مسلمانوں کے اور خاص طور پر انبیاء علیہم السلام کے کہ وہاں بالعموم غربت نظر آتی ہے۔ موسیٰ و ہارون اور فرعون و قارون کا معاملہ دیکھیں۔ پھر موسیٰ و خضر کا معاملہ دیکھیں کہ وہ بھوک کے سبب انطاکیہ کے کافروں سے مہمانی کی بابت کرتے ہیں۔ حضور کے دور سعادت میں مقنطر (مال جوڑنے والے اور خزانہ کرنے والے) ابولہب اور ولید بن مغیرہ جیسے کافر ہیں۔ پھر حضور علیہ السلام کا تابیر نخل کے سلسلہ میں مشہور ارشاد ہے کہ "انتم اعلم بامور دنیاکم" یہ ساری باتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ "رشد" کا تعلق کسب مال وغیرہ سے نہیں بلکہ "رشد" اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا نام ہے اور ایسے انداز سے کسب مال کا نام ہے کہ نہ دین کا نقصان ہو نہ عزت برباد ہو (وقار قائم رہے) اور مال ایسی جگہ خرچ کریں جہاں خرچ کرنا لازم ہے اور جس کے ذریعہ سے جہنم سے نجات حاصل ہو۔ ساتھ ہی اپنا اور اپنے اہل وعیال کا قناعت اور توسط کے ساتھ گذر بسر ہو۔ پس یہی رشد ہے۔ فہذا ھو الرشد

پھر امام ابن حزم تبذیر، اسراف" وبسط الید کل البسط یا ہاتھ کھلا چھوڑ دینا کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

کہ تینوں اعمال حرام ہیں اور حقیقت میں ان کا ایک ہی معنی ہے۔ اس کی تفسیر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ "غیر حق میں خرچ کرنا" امام زہری سے منقول ہے، جہاں شرعی ضرورت ہو خرچ کرنا اور غیر شرعی مقام پر خرچ سے احتراز کرنا اور رکنا" یہ عمل باطل وہاں ہے۔ اسکا کرنے والا مردود ہے — شراب نوشی فاسقانہ کاموں کی اجرت، قمار بازی اس میں شامل ہیں (گھڑ دوڑ، لاٹری بانڈز وغیرہ) —
اور حضور علیہ السلام نے فرمایا" اضاعت مال یہ ہے کہ مال راستہ میں گویا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بکھیر دیا جائے اور حرام مقامات پر خرچ کیا جائے ۔ امام مالک کہتے ہیں"

معاصی میں خرچ کرنا لکھ

آج کے دور میں اسراف و تبذیر کے جو مظاہرہ ہیں ۔ ان کے لیے یہ تفصیلات بہت کافی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ مالی تصرف کا اسے ہی حق ہے جو بنیادی طور پر دیندار اور صاحب تقویٰ ہے اور جو خرچ میں اللہ تعالےٰ کے احکام کا لحاظ رکھتا ہے ۔

الشعرانی — روایات صحیحہ نقل کرتے ہیں، جو ہمارے مدعا کو بالکل ثابت کرتی ہیں ۔ ان کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں ۔

وکان عثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہما یحجران علی المبذر فی مالہ ویمنعانہ من التصرف حتی ینصلح حالہ لکھ

دونوں خلیفہ راشد حضرت علیؓ و حضرت عثمانؓ مبذر" پر پابندی لگا دیتے تھے اور تصرف مال سے روک دیتے تھے جب تک وہ اپنے حال کی اصلاح نہ کر لے ۔

بے مقصد تعمیرات کا سلسلہ آج کل بہت عام ہے، ایک ایک شخص کی کئی کئی کوٹھیاں ملک کے مختلف شہروں میں عام شہریوں کا منہ چڑاتی ہیں حتیٰ کہ اسلامیان پاکستان میں ایسے بھی ہیں جنہوں نے یورپ اور مشرق کے ممالک میں جزیرے خرید رکھے ہیں، محلات اور کوٹھیاں بنا رکھی ہیں اور اس طرح بے ہنگم دولت اینٹ گارے کی نظر ہو رہی ہے جب کہ لاکھوں کروڑوں مسلمان ایسے ہیں جنہیں سر چھپانے کو کچی جھونپڑی میسر نہیں ۔ یہ معاملہ بڑا سنگین ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اپنی تعمیرات کی بنیادوں میں ایک حرام پتھر بھی نہ لگاؤ کیونکہ اس کے سبب وہ ساری عمارت خرابی کا شکار ہو جاتی ہے اور جہاں پوری عمارت حرام مال سے بنی ہو ۔ وہاں کیا ہوگا؟ کیا یہ واقعہ نہیں کہ بڑے زمیندار، جاگیردار، اہل صنعت اور بیوروکریٹس کے بنگلے کراچی سے اسلام آباد تک پھیلے ہوئے ہیں ۔

لاہور میں بعض بنگلے اور کوٹھیاں تو ہمارے ذاتی علم میں ہیں جو ۱۰، اور ۲۰، ۲۰ کنال سے بلکہ اس سے زیادہ رقبہ پر بھی پھیلی ہوئی ہیں ۔ کراچی لاہور، اسلام آباد کی جدید آبادیوں پر ملک کے چند خاندانوں کی اجارہ داری ہے اور وہ لوٹ کھسوٹ کی دولت سے یہ حرکات کر کے معاشرے میں فساد پھیلانے کا موجب بن رہے ہیں جبکہ نبوی تعلیم یہ ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"کہ آپ نے ایک شخص کا قبہ نما مکان دیکھا تو ناگواری کا اظہار فرمایا اور پھر اس شخص کے سلام پر جواب دینے کے بجائے اعراض فرمایا، اسے احباب سے صورت حال کا علم ہوا تو اس نے اس کو ہموار کر دیا بعد میں آپ کو اس صورت حال کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا۔

اما ان کل بناء و بال علی صاحبہ یوم القیامۃ الا ما لا بد منہ۔

یعنی یاد رکھو ہر عمارت اس کے مالک کے لیے قیامت کے دن وبال ہوگی، ہاں اتنی عمارت معاف ہے جو ناگزیر ہو" ——— ناگزیر کی تعریف علما نے اس طرح کی کہ"

ھو ما یقیہ من الحر و البرد و السباع و نحو ذالک۔

اتنی عمارت جو موسمی تغیرات اور درندوں وغیرہ سے تحفظ کا سامان فراہم کرے ۲۶ھ

گویا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبہ نما مکان پسند نہیں فرماتے تھے۔ اور اس پر بھی ناگواری کا اظہار فرماتے ہیں لیکن یہاں باتھ روم میں جب تک امپورٹڈ سامان نہ ہو اور کناروں میں پھیلا ہوا باغیچہ نہ ہو اور در آمدی پتھر نہ ہو سیٹھ اور صاحب کی شان نہیں ہوتی (فیا للعجب) صاحب کشف الغمہ مزید لکھتے ہیں کہ:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا کہ خارجہ بن حذافہ نے مصر میں بالا خانہ بنایا ہے جس سے اڑوس پڑوس والوں کو تکلیف ہوتی ہے (ان کی دھوپ متاثر ہوتی ہے روشنی متاثر ہوتی ہے اور بسا اوقات بے پردگی کا بھی احتمال ہوتا ہے) تو آپ نے گورنر مصر سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا۔

فاذا اتاک کتابی ھذا فاھدمھا ان شاء اللہ۔ والسلام

بس میرا خط پہنچے تو اس بالاخانہ کو منہدم کر دیں ——— اسی سے متصل ہے۔

وکان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یکرہ ان یکون شخص ببلد ولہ دار ببلد اخر و یقول فلیبعھا للمسلمین ینتفعون بھا ۲۷ھ

کہ حضرت عمر اس بات کو سخت ناپسند کرتے کہ ایک شخص کی رہائش تو ایک شہر میں ہو اور اس نے مکان دوسرے شہر میں بھی بنا رکھا ہو ——— آپ حکم دیتے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کی ملکیت سے وہ دست بردار ہو کر مسلمانوں کے لیے چھوڑ دے تاکہ وہ اس سے استفادہ کریں۔ اس کے بعد "صاحب کشف الغمہ" حضور اقدس کے چند ارشادات نقل کرتے ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے۔

۱ــــ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو شر میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں تو وہ مٹی اور اینٹوں میں الجھ کر عمارات میں لگ جاتا ہے۔

۲ــــ کسی بندے کی ذلت ورسوائی کا وقت آتا ہے تو وہ اپنا مال تعمیرات کی نذر کرنا شروع کر دیتا ہے۔

۳ــــ کفایت سے زائد جس نے عمارت بنائی قیامت کے دن اسے اس کو اٹھانے پر مکلف کیا جائے گا۔

۴ــــ حضرت عباس نے بالاخانہ بنایا تو حضور علیہ السلام نے اسے منہدم کرنے کا حکم دے دیا ــــ اور فرمایا مسلمان جو خرچ کرتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کو خلیفہ بناتا ہے (اس کی پناہ میں دیتا ہے) تو اللہ تعالیٰ ضامن ہو جاتے ہیں بشرطیکہ تعمیر نہ ہو یا معصیت میں خرچ نہ کیا ہو۔

اس کے بعد کچھ آثار ہیں ــــ جن کا مفہوم یہ ہے۔

۱۔ حضرت ابراہیم نخعی نے کہا کہ سوائے مسجد، کسی عمارت پر اجر نہیں ملتا ــــ پوچھا گیا ضرورت کے لیے جو مکان بنایا جائے اس کا کیا معاملہ ہے ــــ؟ فرمایا ضرورت کی حد تک تو مباح ہے لیکن اُس پر اجر بھی نہیں اور گناہ بھی نہیں۔

۲۔ عطیہ بن قیسؓ کے بقول ازواج مطہرات کے حجرے کھجور کی شاخوں کے تھے، حضور علیہ السلام کسی غزوہ میں گئے تو حضرت ام سلمہؓ نے کچھ اینٹوں کا اہتمام کر کے حجرہ بنالیا واپسی پر حضور اقدس نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو عرض کیا کہ پردہ کی غرض سے میں نے یہ کہا اس پر آپ نے فرمایا:

ان شر ما ذهب فيه مال المرء المسلم البنيان وہ بری چیز جس میں انسان کا مال کھپتا ہے وہ تعمیر و عمارت ہے (مقصد یہ تھا کہ جو شکل پہلے تھی ستر کا معاملہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس سے بھی پورا ہو رہا تھا)

۳۔ حضرت حسن کے بقول جب حضور علیہ السلام نے مسجد بنائی تو فرمایا موسیٰ علیہ سلام کی عریش جیسی عریش بنانا ——— صحابہ نے اس کی تفصیل پوچھی تو فرمایا وہ ایسی چھت تھی کہ آدمی ہاتھ بلند کرتا تو چھت تک پہنچ جاتا۔

۴۔ عمرو بن دینار کے بقول حضور اکرم علیہ السلام کے زمانہ میں بڑی بڑی چار دیواریاں نہ تھیں بس ستر و پردہ کی ضرورت کی حد تک چھوٹی چھوٹی دیواریں ہوتیں ——— بعد میں حضرت عمر نے حالات کے تحت اس سے کچھ زائد کی اجازت دے دی

۵۔ عمارہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص سات ہاتھ سے بلند عمارت بناتا تو لوگ اسے " افسق الفاسقین" (فاسقوں میں سب سے زیادہ فاسق) کہتے اور پوچھتے کہ اس کو کہاں تک لے جاؤ گے۔

۶۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بقول حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دوسری منزل پر رہائش تھی اور وہ اتنی بلند تھی کہ اگر کوئی سائل کچھ مانگتا تو اوپر سے ہی اس کو کھانا وغیرہ پکڑا دیتے (پھینکے بغیر ہاتھ میں دے دیتے ——— گویا اتنی پست چھتیں تھیں۸ئے

یہ تو ایک تعمیرات کے معاملہ میں احادیث و آثار ہیں، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کس حد تک سادگی، قناعت اور حدود کے دائرہ میں رہنے کی تعلیم دیتا ہے اور اس کے برعکس وہ اسراف و تبذیر کا کتنا بڑا دشمن اور اس کو کس طرح مٹانا چاہتا ہے ——— اس کے ساتھ ہی ذرا انسانی زینت اور تعمیرات وغیرہ میں زیبائش و آرائش پر ایک نظر ڈالیں کہ اسلام کا موقف کیا ہے اور اب اس کے ماننے والے کیا کر رہے ہیں؟

سورۃ النسا کی آیت ۱۱۹ میں شیطان کا ایک قول ہے۔

ولامرنهم فليغيرن خلق الله۔

یعنی میں انہیں حکم دونگا تو وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ساخت میں ردوبدل کریں گے۔

" تغییر خلق اللہ " کا ایک مفہوم تو داڑھی منڈوانا ہے جیسا کہ بہت سے مفسرین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے نقل کیا اور اگر اس بات کو سنجیدگی سے دیکھا جائے تو صرف ایک مدھی میں اسراف کے جو مظاہر سامنے آتے ہیں ——— انہی کا ٹھکانہ نہیں ——— حجام کی دکان کی شیو سے لیکر ذاتی طور پر شیو کرنے میں مجموعی طور پر سوچیں کہ قوم کا کتنا اجتماعی سرمایہ اس کی نذر ہو جاتا ہے۔

اس کا ایک مظہر جسم کو گودنا، دانتوں کو نوکدار بنانا اور خوبصورتی کے لیے آپریشن اور پلاسٹک سرجری ہے ——— حضور اقدس ایسے لوگوں پر لعنت فرماتے ہیں۔

"لعنت فرمائی اللہ تعالیٰ کے رسول نے گودنے والی پر گُدوانے والی پر، دانتوں کو نوکدار بنانے والی پر اور اُس پر جو دانتوں کو نوکدار بنوائے" ؎

یہ بھی اہل ثروت کے چونچلے اور ان کے مشاغل ہیں، ان کاموں کے لیے بیش قیمت اڈے بنتے ہیں جن کی فیس بے حد زیادہ ہوتی ہے ——— یہ معاملہ اس حد تک بڑھتا ہے کہ شرک تک نوبت پہنچ جاتی ہے ——— چنانچہ عیسائی ہاتھ اور سینہ پر صلیب کا نشان گدواتے ہیں بہت سے اہل مذاہب اپنے دیوی دیوتاؤں کی تصویریں بنواتے ہیں اور مذہبی شعائر کا مظہر اس سے ہونے لگتا ہے۔

دانتوں کے نوکدار بنانے کے ساتھ ساتھ دانتوں کے درمیان درزیں بنانا بھی موجب لعنت ہے جیسا کہ اسی سے متصل مسلم میں روایت ہے اور اسے امام بخاری نے بھی نقل کیا ——— یہ فیشن میں غلو ہے جس سے اسلام سخت انکاری ہے ——— اسی فیشن پرستی میں بھنویں باریک کرانا اور بال جوڑنا بھی ہے چنانچہ امام ابو داؤد نے اس سلسلہ میں ایک روایت نقل کی جس سے بال نوچ کر یا جدید انداز کی مشینری سے کاٹ کر بھنویں باریک کرنے پر لعنت آئی ہے اور حضرت امام بخاری نے حضرت عائشہ، حضرت اسماء، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم متعدد صحابہ سے بال جوڑنے پر حضور علیہ السلام سے لعنت نقل کی ——— اس کو دیکھیں اور پھر اپنے بازاروں دکانوں وغیرہ میں چوٹیوں کا تھوک کا کاروبار دیکھیں ——— حضور علیہ السلام نے اس کو جعل سازی سے تعبیر فرمایا یہ بھی تغییر خلق اللہ کی ایک شکل ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخری بار مدینہ کا سفر کیا تو بالوں کا گچھا (چوٹی) نکال کر فرمایا یہ یہودیوں کا فیشن ہے نبی کریم علیہ السلام نے اسے جھوٹ، فریب اور جعل سازی کا کاروبار بتایا ہے

—— اور مزید فرمایا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں اسی قسم کے فیشن سے تباہ ہوئیں —— امام خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں نقل کیا کہ ان چیزوں پر سخت وعیدیں اس لیے ہیں کہ ان میں تغیر خلق اللہ کا پہلو بھی ہے اور زور، دھوکہ اور فریب کا بھی ہے اپنے جسم کی جائز زیب و زینت میں جس طرح حرج نہیں اسی طرح لباس وغیرہ میں ضرورت کی حد تک تزئین کی بھی اجازت ہے لیکن جب معاملہ اسراف و تبذیر کی حدود میں آجائے کہ بیک وقت کئی کئی جوڑے اور سوٹ، سوٹ کیسوں اور الماریوں کی زینت ہوں تو اسلام جیسا سادگی پسند دین کبھی پسند نہیں کرتا —— اسی طرح وہ لباس میں فخر و غرور کا سخت دشمن ہے۔

چنانچہ مردوں کے لیے سونا اور ریشم کی حرمت اور عورتوں کے لیے اجازت لیکن اس میں اللہ تعالیٰ کے حق نہ ادا کرنے پر شدید وعیدیں (بالعموم خواتین زیورات کی زکوٰۃ نہیں دیتیں اور کہتی ہیں کہ یہ تو ہمارے استعمال کا ہے —— تجارتی تھوڑا ہے؟ حالانکہ سونا چاندی کسی حال میں ہو، اس میں زکوٰۃ لازم ہے) اپنی جگہ حقیقت ہیں —— عورت کے سلسلے میں اس ارشاد کو سامنے رکھیں جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا:

دو گروہ بکثرت جہنم میں میں نے دیکھے ظالم حکمران، جو لوگوں پر ہر وقت کوڑے برسائیں ایسی عورتیں جو کپڑے پہن کر بھی برہنہ ہوں۔ مردوں کی طرف مائل ہوں۔ ان کے سر اونٹ کے جھکتے ہوئے کوہان کی طرح ہوں۔ (چوٹیاں وغیرہ رکھ کر)

پھر لباس ہی کے حوالہ سے اس قول باری تعالیٰ کو سامنے رکھیں۔

اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگ پسند نہیں جو اترانے والے اور فخر کرنے والے ہوں۔ (الحدید:۲۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور حضور اکرم علیہ السلام کا ارشاد ہے:

"جو اپنے کپڑے تکبر سے گھسیٹتے ہوئے چلیں گے (یا غرور و تکبر کا کوئی اور انداز اختیار کریں گے) تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں گے"۔

نیز فرمایا:

شہرت کا لباس پہننے والا قیامت کے دن ذلت کے لباس میں ملبوس کیا جائے گا۔[۱۵]

لباس کے بعد مکان انسان کی ضرورت ہے —— اللہ تعالیٰ نے اسے "جائے سکون" بتلایا ہے (النحل: ۸۰) اور حضور علیہ السلام نے نیک بیوی، پر سکون کھلا مکان، اچھا پڑوسی اور ضرورت کی اچھی سواری کو باعث سعادت بتلایا —— گھروں کو صاف ستھرا رکھنے کی تلقین کی —— ارشاد ہے۔

"اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ پاکیزگی کو پسند کرتا ہے۔ نظیف ہے، نظافت کو پسند کرتا ہے۔ کریم ہے اسے کرم پسند ہے، فیاض ہے، فیاضی پسند کرتا ہے —— اپنے گھر کے صحن صاف رکھا کرو، یہود کی مشابہت نہ کرو"۔

لیکن طول طویل رقبوں میں مکانات، بالخصوص جبکہ معاشرہ کی اکثریت افلاس، تنگ دستی کا شکار ہو اور اسے کبھی جھونپڑی میسّر نہ ہو، اس کی بالکل اجازت نہیں —— تفصیل پہلے گذر چکی —— ساتھ ہی بیش قیمت برتن، جن میں بڑھتے بڑھتے معاملہ سونے چاندی کے برتنوں تک پہنچ جاتا ہے اور انواع و اقسام کی کراکری سے گھر بھرا ہوتا ہے —— اس کا کیا جواز ہے۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بقول حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے والا پیٹ میں جہنم کی آگ بھر رہا ہے"۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بقول حضور علیہ السلام نے سونے چاندی کے برتنوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حریر و دیبا کے لباس اور ان کے فرش و گاؤ تکیے سے منع فرمایا —— فرمایا یہ اس دنیا میں میں کافروں کے لیے ہیں ہمارے لیے آخرت میں ہوں گے۔

ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی علت مردوں عورتوں دونوں کے لیے اسراف، تکبر اور غریبوں کی دل شکنی قرار دیتے ہیں۔

پھر گھروں میں تصاویر، مجسمے اور ایسی چیزیں سجائی جاتی ہیں حالانکہ جس گھر میں مجسمے ہوں وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے —— اس سے عقیدہ توحید پر حرف آتا ہے —— اسی سے شرک کا دروازہ کھلتا ہے —— اس میں اسراف و تبذیر ہے ۸۲ھ

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول

"تمدن کے فساد کا اصل سبب امراء کی نفس پرستیاں ہیں، وہ زندگی کی سادہ اور حقیقی ضروریات سے گذر کر دنیا کی رنگ رلیوں کا شکار ہو جاتے ہیں اور اس کے شیدائی بن جاتے ہیں —— پھر عام لوگ بھی ان کی دیکھا دیکھی ایسے ہی معاملات کا شکار ہو جاتے ہیں —— جب وسائل رزق اس میں ان کا ساتھ نہیں دیتے تو وہ چوری، ڈاکہ، حرام کاری اور نہ معلوم کیا کیا طریقے ایجاد کر لیتے ہیں —— ظہور اسلام کے وقت عجمی معاشرہ پر یہی مرض مسلط تھا —— اسلام نے ظہور مفاسد کے تمام طریقوں کا قلع قمع کیا جس میں جاگیرداری سسٹم، بیع و شراء کے ناجائز اور غلط طریقے، ربا وغیرہ سب شامل ہیں —— اور ساتھ ہی ساتھ زندگی کی سادہ اور حقیقی ضروریات کی طرف توجہ دلا کر اسراف سے منع کیا" ۸۳ھ

"حجر" پر ہم نے گفتگو کی اور اس میں خاص طور پر سفیہ اور مبذّر کا معاملہ کافی تفصیل سے بیان کیا —— اس کی وجہ یہ ہے کہ آج کے دور میں ایک مخصوص طبقہ جو وسائل رزق پر قابض ہو کر ساری دولت کو سمیٹ کر بیٹھ گیا ہے اور پھر وہ جس طرح اس دولت کو اللّے تللّوں میں اڑا رہا ہے، اس کا لازمی تقاضہ ہے کہ ایسے لوگوں پر کنٹرول کیا جائے، حجر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے مسلمہ اصول فقہی کی بناء پر انہیں پابند کیا جائے اور ان کے سبب جو مفاسد پھیل رہے ہیں ان کا سد باب کیا جائے ورنہ اس دھرتی پر کسی ایسے انقلاب کا امکان رد نہیں کیا جا سکتا جو عقیدہ اور دھرم تک کو بہا کر لے جائے۔

اس میں مطلق شک نہیں کہ ہمارا معاشرہ بنیادی طور پر دیہی جاگیردارانہ معاشرہ ہے۔ یہاں کی زمین کا بہت غالب حصہ غیر ملکی حکمرانوں کی خدمت اور قوم فروشی کے صلہ میں ان جاگیرداروں کو ملا یہ بجائے خود بہت بڑا جرم ہے، زندہ اور بیدار قوموں کا وطیرہ یہ ہوتا ہے کہ وہ حصول آزادی کے بعد آزادی کے متوالوں کی سرپرستی کرتی اور آزادی کے دشمنوں کا قلع قمع کرتی ہیں لیکن افسوس کہ ہمارے یہاں ایسا نہ ہوا — بلکہ وہی طبقہ ہماری ہر چیز پر مسلط ہو گیا۔ آج سیاست ان کی ہے، عدالت پر ان کا قبضہ ہے، اجتماعی ادارے ان کے تصرف میں ہیں، ملک کے مہنگے تعلیمی اداروں پر انکا تسلط ہے اور یہیں سے ملک کو آئندہ کے لیے حکمران، سیاست دان، مقنن اور منتظم میسر آتے ہیں — یہ صورت حال بڑی سنگین ہے — سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ایسے بھی جاگیرداری سسٹم کو پسند نہیں فرماتے تھے — ان کا ذوق یہ ہے کہ جس کے پاس زائد از ضرورت زمین ہے وہ اسے اس بھائی کے سپرد کر دے جس کے پاس زمین نہیں — حضرت الامام ابو حنیفہ قدس اللہ سرہ العزیز، جن کی نسبت سے یہاں کی غالب اکثریت حنفی کہلاتی ہے اور جن کی فقہ کے حوالہ سے یہاں کے علماء چند فروعی مسائل پر گتھم گتھا ہوتے ہیں — وہ اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ دونوں ہی اس بٹائی اور مزارعت کے انداز کو پسند نہیں کرتے قومی، ملی اور ملکی مصالح کا لازمی تقاضہ یہی ہے کہ اس پر نظر ثانی کی جائے — اس ملک کی زمینوں کا مسئلہ بجائے خود محل نظر ہے پھر مزارعت و جاگیرداری کا یہ حال ہے کہ وہ ان گنت مفاسد کا باعث بن رہے ہیں تو اس پر نظر ثانی کیوں نہ کی جائے؟

پھر تجارت و صنعت کے حوالہ سے چند خاندانوں کی اجارہ داری جو رنگ لائے گی، اس کا شاید ہمیں اندازہ نہیں یا ہم روایتی طور پر کبوتر کی طرح آنکھ بند کر کے بلی کے خطرہ کو نظر انداز کرنے کی فکر میں ہیں۔

کتنا ستم ہے کہ ایک طرف انسانی معاشرہ کی طرح پڑ رہی ہے جسے زندگی کی بنیادی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سہولتیں تک میسّر نہیں دوسری طرف ایسے لوگ ہیں جن کے زرعی رقبے، صنعت، تجارت، پلازوں، مکانات وغیرہ کے حساب کتاب کے لیے کئی کئی اکاؤنٹنٹس درکار ہوتے ہیں — طویل رقبوں پر پھیلی ہوئی محل نما کوٹھیوں میں تعیشات کا ہر سامان، کئی کئی اے، سی، وی سی آر، قالین، ڈنر سیٹ۔ کلر ڈی۔ وی — ایک عذاب ہے جس کی حد نہیں — ہمیں چند سال قبل کا وہ قصہ نہیں بھولتا کہ ہمارے ملک کے ایک بڑے جاگیر دار جو خیر سے ایک خانقاہ کے سجادہ نشین بھی تھے نے یورپ سے مبلغ ساٹھ ہزار کا کتا منگوایا۔ وطن کی گرم زمین سے کتا متاثر ہوا تو ایک ملازم سمیت اس کتے کو مری بھیج دیا۔ کتے پر زیادہ خرچ ہوتا، ملازم پر کم — قضا الٰہی سے کتا مر گیا تو اس ظالم پیر۔ جاگیردار نے اس ملازم کا مختصر سا جھونپڑا، گھریلو سامان اور دودھ دینے والی بھینس ضبط کر لی — گویا سارا قصور اسی کا تھا — یہ تو اتفاق ہوا کہ قصہ اخبار میں آگیا اور مثالی طور پر شریف النفس انتظامیہ نے اس کی دادرسی کی — ورنہ اس قسم کے واقعات تو ہمارے یہاں روز ہوتے ہیں — غریب مزارعین کی بچیوں کا جو حشر پچھلے چند سال میں چند واقعات کے حوالہ سے آیا اور شہر کے نو دولتیوں نے جس طرح سینما، وی، سی آر اور اس سے بڑھ کر ہیرا منڈیاں آباد کیں ہمارے اسلام و اخلاق کا منہ چڑاتی ہیں۔ ان کا کون سدباب کرے گا — شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول تمدن و معاش کا یہ فساد امراء کی نفس پرستیوں کے سبب ہے — امراء کے بال و پر "حجر" کے مسلمہ فقہی اصول سے کاٹنے لازم ہیں تاکہ معاشرہ میں سکون ہو سکے۔ ہم ماضی کی داستانیں دہرانے کے عادی ہو گئے لیکن سوال یہ ہے کہ ان باتوں پر کبھی ہمارا عمل بھی ہوگا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلافت سنبھالی تو محافظ دستہ ختم کر دیا، انواع و اقسام کی سواریاں ختم کر دیں، حتیٰ کہ اپنی بیوی کے زیورات تک بیت المال میں جمع کرا دیئے اور تعیشات کے جو سامان نظر آئے وہ فروخت کر کے قیمت بیت المال میں جمع کرا دی[۸۴]

سیدنا ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کل سالانہ خرچ چھ ہزار درہم تھا۔ اور یہ بھی صحابہ علیہم الرضوان نے بڑے اصرار کے بعد ان کے لیے منظور کیا[۸۵]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنے ورثا سے فرمایا کہ سیدنا ابوبکر صدیق اکبر نے اپنی وفات کے بعد یہ مختصر رقم بھی بیت المال کو واپس کرادی جس پر حضرت عمر فاروق اعظم نے فرمایا ——— ابوبکر نے بعد میں آنے والوں کو مشکل میں ڈال دیا ۸۵ جب ان کے دور خلافت کے کل وظیفہ کا حساب لگایا گیا تو آٹھ ہزار درہم نکلے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وظیفہ سالانہ پانچ ہزار درہم۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی اتنا ہی تھا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ نہیں لیتے تھے ان کا موقف تھا کہ سربراہ مملکت کا معاملہ یتیم کے والی کا سا ہے ——— وہ ضرورت کے تحت لے سکتا ہے ورنہ نہیں (سورۃ نساء کو ع ۱) چونکہ میں صاحب ثروت ہوں اس لیے مجھے ضرورت نہیں ۸۶

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے مزاج شناس نبوت اور خلیفہ راشد نے تقسیم مال میں " علی السویہ " مساوات کا اہتمام کیا جس پر بعض لوگوں نے کہا ——— اسے خلیفہ رسول۔

"آپ نے مال برابر تقسیم کر دیا حالانکہ لوگوں میں ایسے بھی ہیں جن کو دوسروں پر تقدم اور تفوق حاصل ہے اگر آپ ان کے سبقت الی الاسلام اور فضیلت کی رعایت رکھتے تو بہتر ہوتا ——— آپ نے جواب میں فرمایا! تم نے جن فضائل وسوابق کا ذکر کیا ہے، ان کو مجھ سے زیادہ اور کون جانتا ہے (آپ تو اس معاملہ میں بڑے آگے تھے کہ سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور آپ نے اپنی ساری دولت خرچ کی، تمام غزوات میں شریک رہے، حضور علیہ السلام کے دست و بازو بنے) لیکن یہ چیزیں وہ ہیں جن کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے یہ بہر حال معاش کا معاملہ ہے اس میں برابری کا معاملہ کرنا، ترجیح دینے سے بہتر ہے ۸۷

یہ اس شخص کی پالیسی ہے جسے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ اعتماد حاصل تھا ——— لیکن اب دیکھیں تو شرم آتی ہے کہ ایک ایک اہلکار، وزیر، اور دوسرے شخص پر اس حد تک اخراجات ہوتے ہیں کہ الاماں ——— سرکاری دائرے میں طول طویل بنگلے، کئی کئی ملازم، گاڑیاں فون کے اخراجات ——— ان کا نتیجہ یہ ہے کہ ملک میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امارت وغربت کا فرق بری طرح بڑھ رہا ہے خطرات پیدا ہو رہے ہیں اور سب سے بڑھ کر ان بے ہنگم اخراجات کے نتیجہ میں غیر ملکی قرضے ہمارے گلے کا ہار بن کر ایک بار پھر ہماری آزادی کو خطرے میں ڈال رہے ہیں کیونکہ انسانی تاریخ یہی ہے کہ معاشی بے راہ روی، عدم انصاف ومساوات نے سیاسی آزادیوں کو غارت کیا اور ہم غلامی کا شکار ہو گئے ——— اللہ نہ کرے پھر ایسی کوئی شکل پیدا ہو لیکن بہر حال یہ خطرات تب ہی ٹلیں گے جب صورت حال کی اصلاح کی جائے گی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اراضیات کو سرکاری دائرے میں محفوظ رکھا اور اسے فوجیوں وغیرہ میں بالکل تقسیم نہ کیا، لوگوں نے ہزار کوشش کی کہ عراق وشام کی زمینیں تقسیم کی جائیں، لیکن وہ نہیں مانے ——— بڑی مشاورت اور رلے دے کے بعد لوگ ان کے موقف سے متفق ہو گئے ۵۹

لیکن ہم نے رشوت کے طور پر مختلف طبقات حتیٰ کہ فوجیوں میں زمین تقسیم کر کے جاگیرداروں کے نئے طبقات پیدا کر دیئے ہیں جس کے نتیجہ میں مسائل نے اور گھمبیر شکل اختیار کر لی ہے۔ اس لیے ہم حرف آخر کے طور پر حکومت، اس کے اداروں اسلامی نظریاتی کونسل، اسلامی تحقیقاتی ادارہ، شرعی کورٹ اور علمائے سے درخواست کریں گے کہ وہ ان مسائل پر سنجیدگی سے غور کریں، ملبے ہاتھوں کو روکیں، ان پر پابندی لگائیں اور معاشرہ میں امن ومساوات کا ماحول پیدا کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح راہ پر چلنے کی توفیق دے۔

آمین بجرمۃ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

۸/۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مصادر مراجع

۱ہ الرائد: ص ۵۵۲ جُبران مسعود بیروت سنہ ۱۹۶۷ء۔

۲ہ المنجد الابجدی: ص ۳۵۴ دار المشرق بیروت طبع ثانی

۳ہ المنجد: ص ۹-۱۱۸ مطبعہ کاثولیکیہ ۱۹واں ایڈیشن۔

۴ہ فقہ السنۃ للسید سابق: ص ۵۶۶: ج ۳ دار الکتاب العربی بیروت سنہ ۱۳۹۱ھ ۱۹۷۱ء۔

۵ہ عینی شرح ہدایہ: ص ۴۶۸: ج ۳۔ مصباح القدوری: ص ۲: ج ۶ مطبوعہ سہارنپور۔

۶ہ الشرح الصغیر علی اقرب المسالک الی مذہب الامام مالک: ص ۳۸۱ ج ۳ دار المعارف القاہرہ بمصر تالیف علامہ ابو البرکات احمد بن محمد بن احمد الدردیر حاشیہ العلامہ الشیخ احمد بن محمد الصاوی المالکی تحقیق و تخریج و کتورہ مصطفیٰ کمال وصفی۔

۷ہ المغنی لابن قدامہؒ: ص ۵۰۵: ج ۴ مکتبۃ الریاض۔

۸ہ مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج للشیخ محمد الشربینی الخطیب: ص ۱۲۵ مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ بمصر سنہ ۱۳۷۷ھ ۱۹۵۸ء

۹ہ ترجمہ مولانا محمود حسن دیوبندی معروف بہ شیخ الہند ص ۹۹ مطبوعہ مطبع نورانی۔ اچھرہ لاہور۔ آیت نمبر ۶

۱۰ہ ترجمہ شیخ الہند رکوع نمبر ۱۳ سورۃ البقرہ ص ۶۰۔

۱۱ہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ص ۹۳۹: ج ۷ مطبوعہ سنہ ۱۳۹۱ھ ۱۹۷۱ء۔

۱۲ہ کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ لعبد الرحمٰن الجزیری: ص ۳۴۹: ج ۲ مطبوعہ مصر (اس کا اردو ترجمہ علماء اکادمی محکمہ اوقاف پنجاب لاہور نے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے)

۱۳ہ اردو دائرۃ معارف اسلامیہ: ص ۴۹ ج ۷

۱۴ہ معجم فقہ ابن حزم ظاہری ص [illegible] دار الفکر بیروت مطبوعہ سنہ ۱۳۸۵ھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۵ المغنی لابن قدامہ: ص ۵۰۵: ج ۴۔
۱۶ الہدایہ: ص ۴-۲۰۵: ج ۳ مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی و اولادہ بمصر مطبوعہ ۱۳۵۵ھ ۱۹۳۶ء
۱۷ مغنی المحتاج: ص ۱۶۵: ج ۳۔
۱۸ مصباح القدوری: ص ۳ تا ۵
۱۹ بدایۃ المجتہد: ص ۸۰-۲۷۹ دار المعرفۃ بیروت پانچواں ایڈیشن ۱۴۰۱ھ ۱۹۸۱ء
۲۰ الشرح الصغیر: ص ۸۲-۳۸۱: ج ۳۔
۲۱ فقہ السنۃ: ص ۵۶۶: ج ۳۔
۲۲ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: ص ۹۴۰ ج ۷۔
۲۳ " " "
۲۴ سورۃ النساء آیت ع ۵۔
۲۵ ترجمہ مولانا ابوالکلام آزاد ——— ترجمان القرآن: ص ۴۲۷: ج ۲ دہلی ایڈیشن
۲۶ تفسیری نوٹس از مولانا آزاد۔ ترجمان القرآن ص ۴۲۷ ج ۲۔
۲۷ تفسیر عثمانی: ص ۱۰۰ سورۃ نساء رکوع ع۱۰ آیت ۵ء
۲۸ الجامع لاحکام القرآن: ص ۲۷: ج ۵ دار احیاء التراث العربی بیروت۔
۲۹ القرطبی: ص ۱۳۲: ج ۲۔
۳۰ القرطبی: ص ۹-۲۸: ج ۵۔
۳۱ القرطبی: ص ۳۰: ج ۵۔
۳۲ احکام القرآن للجصاص: ص ۶۰ ج ۲ سہیل اکادمی لاہور۔
۳۳ احکام القرآن: ص ۶۱-۶۰: ج ۲۔
۳۴ التفسیر الواضح: ص ۱۴۸: ج ۳-۴ مطبوعہ ۱۳۹۸ھ ۱۹۷۸ء دار الطباعۃ الحدیثۃ القاہرہ
للدکتور محمد محمود مجازی کلیۃ اصول الدین جامعۃ الازہر۔
۳۵ ابن کثیر ——— تفسیر: ص ۴۵۲: ج ۱ سہیل اکادمی لاہور۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳۶ الکشاف: ص ۵۰۰ ج ۱۔ دارالمعرفۃ بیروت

۳۷ المنار: ص ۹-۲۷۸ ج ۴ دارالمعرفۃ بیروت تیسرا ایڈیشن۔

۳۸ السنن الکبریٰ للبیہقی: ص ۵۴ ج ۶ مطبوعہ دائرۃ معارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ۱۳۵۲ھ

۳۹ ترجمہ مولانا ابوالکلام آزاد: ص ۴۲۸ ج ۲ ترجمان القرآن۔

۴۰ تفسیر عثمانی: ص ۱۰۰ وہکذا فی تفسیر المنار: ص ۳۸۶ ج ۴۔

۴۱ ابن کثیر: ص ۵۴۳ ج ۱ وھکذا فی الکشاف: ص ۵۰۱ ج ۱۔

۴۲ التفسیر الواضح: ص ۱۴۹ ج ۴

۴۳ صفوۃ التفاسیر: ص ۸۰ ج ۲ دارالقرآن الکریم بیروت للاستاد محمد علی الصابونی استاذ کلیۃ الشریعۃ والدراسات الاسلامیہ جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ۔ ۱۴۰۱ھ ۱۹۸۱

۴۴ قرطبی: ص ۳۷ ج ۵ ھکذا نقل الجصاص فی احکام القرآن: ص ۶۳ ج ۲۔

۴۵ سنن کبریٰ بیہقی: ص ۵۹ ج ۶

۴۶ مولانا ابوالکلام ــــــ ترجمان القرآن: ص ۱۹ ج ۳۔ ساہتیہ ایڈیشن دہلی۔

۴۷ تفسیر عثمانی ــــــ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ: ص ۱۹۹

۴۸ تفسیر ترجمان: ص ۱۹ تا ۲۱ ج ۳۔

۴۹ تفسیر عثمانی: ص ۱۹۹۔

۵۰ التفسیر الواضح: ص ۱۳۶ ــــــ ص ۱۳۷ ج ۸۔

۵۱ فقہ السنۃ از ص ۲۷۵ تا ص ۲۷۵ ج ۲۔

۵۲ بنی اسرائیل آیات ۲۶-۲۷ ترجمہ مولانا ابوالکلام

۵۳ ترجمان القرآن: ص ۲۷۰-۲۷۱ ساہتیہ دہلی ایڈیشن

۵۴ تفسیر عثمانی: ص ۳۶۸۔

۵۵ معاشیات، مقصد و منہاج از ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم: ص ۳۰ مطبوعہ مکتبہ جامعہ دہلی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۵۶ بحوالہ الفرقان لکھنؤ بابت ماہ صفر ۱۳۷۲ھ ص ۶ - ۳۵

۵۷ مولانا محمد حنیف ندوی، اساسیات اسلام، ص ۵۲ - ۲۴۸ (خلاصہ) مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۷۳ء۔

۵۸ کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ ص ۶ - ۷۰: ج ۲ مطبوعہ علماء اکادمی محکمہ اوقاف لاہور۔

۵۹ 〃 〃 ص ۷۰۰: ج ۲

۶۰ کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ: ص ۹ - ۶ - ۷۰ (خلاصہ)

۶۱ ہدایہ: ص ۲۰۷ ج ۳۔

۶۲ قاموس القرآن: ص ۴۰۰ مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۷۳ء۔

۶۳ مصباح القدوری: ص ۵ ج ۶ مطبوعہ سہارنپور۔

۶۴ المغنی: ص ۷ - ۶ - ۵۰، ج ۴۔

۶۵ مغنی المحتاج: ص ۱۶۸ ج ۲۔

۶۶ الفقہ علی المذاہب الخمسہ: ص ۵ - ۳۴ - ۳۲۴ دار الجواد بیروت۔

۶۷ الشرح الصغیر: ص ۳۹۳ ج ۱۔

۶۸ البقرہ آیت ۲۵۶۔

۶۹ سنن الکبری للبیہقی: ص ۹ ۵ ج ۶ (رشد اور غیّ کے لیے دیکھیں قاموس القرآن ص ۲۴۹ اور ص ۳۸۶۔)

۷۰ سنن الکبری: ص ۶۱ - ج ۶

۷۱ ان پوری روایات کی تفصیل سنن الکبری: ص ۶۳: ج ۶ میں ہے۔

۷۲ المحلی لابن حزم: ص ۲۸۶ ج المکتبۃ التجاری للطباعۃ والتوزیع والنشر بیروت۔

۷۳ المحلی: ص ۹۱ - ۲۸۹ (خلاصہ مضامین)

۷۴ کشف الغمہ عن جمیع الامۃ از ابی المواہب عبدالوہاب بن احمد بن علی الشعرانی الانصاری الشافعیؒ المصری: ص ۱۷: ج ۲۔ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ بمصر ۱۳۷۰ھ ۱۹۵۱ء

۷۵ کشف الغمہ: ص ۲۰ ج ۲۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۷۶ کشف الغمہ: ص ۲۰: ج ۲ -

۷۷ کشف الغمہ ص ۲۰ ج ۲ -

۷۸ کشف الغمہ ص ۲۰ ج ۲ -

۷۹ مسلم باب تغییر خلق اللہ ریاض ایڈیشن -

۸۰ یہ سب ارشادات علامہ یوسف القرضاوی کی کتاب "الحلال والحرام فی الاسلام" سے ماخوذ ہیں ـــــ ایسے موضوعات پر یہ کتاب بڑی نفیس ہے اس کا اردو ترجمہ بمبئی میں الدار السلفیہ کے زیر اہتمام شمس پیرزادہ صاحب نے کیا ہے ـــــ اس سے ضرور استفادہ کرنا چاہیئے ـــــ ان مباحث کے لیے دیکھیں: ص ۱۰۷ تا ص ۱۲۳ -

۸۱ الحلال والحرام فی الاسلام: ص ۱۰۶ تا ص ۱۱۷ (خلاصہ)

۸۲ الحلال والحرام فی الاسلام: ص ۱۲۹ تا ص ۱۳۹ (خلاصہ)

۸۳ افادات شاہ ولی اللہ ماخوذ از حجۃ اللہ البالغہ ـــــ مطبوعہ اقبال اکادمی لاہور جون ۱۹۴۴ء۔ تفصیل کے لیے دیکھیں "حجۃ اللہ البالغہ ابواب ابتغاء الرزق، البیوع المنہی عنہا" احکام البیع اور التبرع والتعاون از ص ۱۰۳ تا ص ۱۱۶ جلد دوم عربی ایڈیشن مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور۔

۸۴ تفصیلات کے لیے دیکھیں صفۃ الصفوۃ لابن جوزی: ص ۶۴ ج ۲ - ص ۹۸ ج ۲ حیات الحیوان ص ۶۸ ج ۱، ابن عبد الحکم ص ۱۶۸ -

۸۵ تاریخ طبری ص ۵۴ ج ۴ مطبوعہ لیڈن -

۸۶ طبری: ص ۵۵، ج ۴ نیز کتاب الاموال: ص ۲۶۷ -

۸۷ شمس الائمہ سرخسی مبسوط: ص ۱۹ ج ۳ ـــــ اسلام کے معاشی نظریے، ص ۵-۴۴۷ ج ۲ از ڈاکٹر محمد یوسف الدین خان مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۳۶۹ھ ۱۹۵۰ء۔

۸۸ کتاب الخراج لقاضی ابی یوسف ص ۴۲ مکذا فی کتاب الاموال از ابو عبید۔

۸۹ کتاب الخراج، ص ۱۶۳ اردو ترجمہ مطبوعہ کراچی -

© rasailojaraid.com